



سے اسے گھوڑا۔

”کب سے پکار رہی ہوں۔ کیا کھا کے سوئی تھی جو
اتنی وہت ہوں چڑھے تک۔“

”کافی دیر سے جاگ رہی ہوں الہ جی! آپ کی
آواز کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اور کھل میں پڑی“ اور
میں کرے سے نکل آئی۔ بس وہ لاشیں جلانے اور
سیر ہیں اترنے میں زرا وقت لگا۔ ”وہ روز کی طرح یہ
صنقلی پیش کرتے ہوئے ان کے شانے نور نور سے
دبانے لگی۔

”لڑی کم عقل، تو آسم سے آواز تو دے دیا کر۔
اک ذرا سی“ اچھائی ”یا“ آرہی ہوں“ کئے میں تیرے
کتنے روپے لکھتے ہیں۔“

اس اغتراف کے جواب میں البتہ خاموش رہی۔
اب کیا کہتی کہ ان کے صبح سویرے اتنی بلند آواز میں
چینخ پر تو شاید سارا گھرانہ صبر سے کام لے لیتا ہے مگر
اس کی ذرا سی ”ہاں جی“ شاید ہی کوئی برواشت کرپا آتا
ویسے بھی الہ جی اونچا سنتی تھیں۔ ان تک اپنی آواز
پہنچانے کے لیے اسے اوپر کے پورشن میں بنے اس
اسٹور سے جیل اس کی رہائش تھی۔ اتنی زور سے تو
ضرور حلق چھاؤناڑتا کہ اوپر کے پورشن میں سوئے
سارے مکین کر رہا کر اٹھ جاتے اور پھر تو اس کے ساتھ
ہوتا اس کے کمیں بستہ تھا، الہ جی کی اس ہلکی چکلی
فیٹ سے ہی کھم چلا لیا جائے
”ازان ہوئی کیا؟“
”ہاں جی! میں یقیناً ترہی تھی تب ہو رہی تھی۔“

”فضیلت!“

اس گھر میں صبح کا آغاز ہیشہ الہ جی کی اس صدا
سے ہوتا تھا اور آج سے نہیں پچھلے بارہ سال سے یہ
ان کا معطل تھا۔

”فضیلت! اری او فضیلت!“ ہتوان سے
پیغمبروں کا سارا ازور لگا کر چینخ کی وجہ سے الہ جی پر
کھانسی کا درود پڑ گیا۔ فضیلت بھاگتے ہوئے اندر آئی۔
لاست آن کی اور ان کی پشت سملانے لگی۔ اس کے
ہاتھ سے یاں کا گلاں تھامتے ہوئے الہ جی نے خفی

ناؤلٹ



"اری ہٹ پھر دھو کر ایجھے نماز کا وقت تک ہو رہا ہے"

انہوں نے شانے سے اس کے ہاتھ جھینکے جس دن سے وہ اس گھر میں بیاہ کے آئی تھی املاں جی کو دھو کر اہامی کا معمول تھا۔ خصوصاً "فجر کی نماز کے لیے سرویاں تو سرداں ہمیں تھیں کوگر میوں میں صبح سورے، ساری رات نیکی میں رکھا پانی اس قدر تمثیل اللہ اکر جب تک وہ نیم گرم کر کے اسیں خود دھو شوہ کر آتی۔ ان کی ہمت نہ پڑتی۔ اب کی سال ہوئے گھر میں گیز لگ چکا تھا۔ لیکن فضیلت نے املاں تھی کی جو عادتی بگاڑوی نہیں (عقل میونہ کے) ان کی وجہ سے وہ اب بھی یہ دیوی انجام دینے کی پابند تھی۔

انہیں مصلی پڑھا کے اس نے خود بھی جلدی سے دھو کیا اور نجابت نماز بھی لاوا کی۔ رکعتیں برابر ہوتی تھیں، لیکن املاں جی ابھی سنت رکعتیں ہی ادا کر پاتھیں کہ وہ فنا فٹ آمن کرتی چھرے پڑھاتے پھیر کے اٹھ بھی جاتی۔ پتا نہیں الہ تھی جدے میں جاتیں تو سر اٹھانے کو دل کیوں نہیں چاہتا تھا ان کا۔ اور پتا نہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتیں تو تھنخہ بھر کیا کیا اتنی رہتیں۔ وہ ناشتہ بنا کے لے بھی آتی۔ تب تک املاں تھی کہ ہاتھ بلند ہی ہوتے۔

"چائے مٹھی ہو جائے گی املاں جی!" وہ اکتا کے بولی تو بلا خزانہوں نے آمین کما اور اسے ناگوار نظریوں سے گھورا۔

"لکھنی بار کہا ہے دعا کے دوران مجھے نوکانہ کر۔" اس نے تابعداری سے سرہلاتے ہوئے اندھا چھیل کے ان کے آگے رکھا اور توں میں مار جین لگانے لگی۔

"جا جا کے بچوں کو جگا ان کی مادر پر چھوڑو تو روز ہی بچوں کو اسکول سے دیر ہو جائے ارے بچوں کو وقت پڑھا کرنے کے لیے خود وقت پڑھا ضروری ہے۔ ہونہ، پوستیاں، آدمی آدمی رات تک نی وی کے آگے بیٹھی رہتی ہیں۔ دن بچھے تک سوتی رہتی ہیں جس دین کی بجز نہ دنیا کا پہنچ جائیں بلاش جا کر بچوں کو

جمائیں لیتے ہوئے کہ رہی تھی۔ فضیلت کی خاموشی اور کم انداز پر تھی۔

"اپ کا حوصلہ ہے بھا بھی! بھی بھی میں سوتی ہوں کہ اپ کی جگہ میں ہوتی تو تھک آگر بچوں کو دوچار تو بلا نامہ ہی جزو یا کرتی لیکن یہی فرق تو ہے آپ میں اور بھی میں، اسی لیے بنے بھی اپنی سگی ماں کے بجائے آپ کے ساتھ زیاد خوش رہتے ہیں۔" وہ نزدیک آتے ہوئے اس کی چوڑی کھول کر تھیک کرنے لگی۔

"اللہ بھا بھی! اپ تو انداز اخیال نہیں رکھتیں۔ کتنے روکے بال ہو رہے ہیں۔ تل کیوں نہیں لگاتیں۔ میں نے آٹے کا اپیٹیل تیل لکھا یا ہے دبہر کو فارغ ہو کے کمرے میں آجائیے گا، میرے بھی مساج کر دیجے گا اور اپنے بیویوں میں بھی لگا جائے گا۔"

اس کے نرم ہاتھوں کے پار بھرے لس سے فضیلت کے تتنے تھے اعصاب پر سکون ہونے لگئے تھے مسکرا لی۔

"جو مرضی کر لیں، تمہارے بالوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی پھر کیا فائدہ۔"

"بست لارپو الی بر تی ہیں آپ خود سے ناشتہ کیا آپ نے؟" وہ ستمل سے بر تن اٹھا کے سنک میں چھٹنے کے سے انداز میں ڈالنے لگی۔ فضیلت فوراً آتے ہوئی مبارکوں بر تن نوشہ جائے لاؤ میں کرتی ہوں۔"

"جع بلال تھیک کتے ہیں کہ بھا بھی نے تمہیں ناکارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ چائے بناوں آپ کے لیے؟" وہ چولے پہ پالی رکھتے ہوئے بولی پھر خود ہی تیچھے ہٹ گئی۔

"بھلا آپ کو میرے ہاتھ کی چائے کیا خاک پسند آئے گی۔"

"بر تن دھولوں تو بناتی ہوں، تم چلو میں تمہارے لیے بھی بھجتی ہوں۔"

"ارے ہلی وہ بات تو کہنا بھول گئی جس کے لیے بچن میں آئی تھیں" وہ جاتے جاتے پڑی۔ "ایلیز بھا بھی پر ابھوں کا آٹا ضرور گوندھ لے جائے گا،

لوبن بچوں کو۔" دلیں تو وہ بھی ہر روز بھکتی، گھر میں کی طرح منہ بکھرنا کہ سکتی تھی کہ بھی ان کی ماں بھی اپنی بیٹی تباہ کر لیتی تھی۔ اور کاموں سے نا ازدھیں۔

بیٹے میں بھی پابند تھی۔ غلطی شاید اسی کی تھی جو اس نے آئے بھی کے یہ ذمہ داری اپنے سرخونی تھی۔ مگر اسے مشکل لٹا تھا۔ گھر کے سارے بچوں سے بیلات اور تھیڑے رازی جب اسکول جاتے لگا تو بیٹے میں بھی اسے کہنے نہیں میں تھیں۔ بھر کی تھی اور خاص بیمار بھی رہا کرتی تھی۔

مد تیزی بھی کر جاتے پہلے وہ رازی اور اسکر بیٹاں تو اس کا باجا بجا شروع ہو جاتا۔ فضیلت نے خود بہت بہت بہت بھی رہتی۔ پس اس کے بعد اس کی جانب سے بے نکر کر دیا۔ اس کو

گھسانے کے بعد اب وہ حدیقة، سنبھل اور رہا۔ اسکوں کے لیے تیار کرنا ناشتہ کرنا، گھر وابسی پر جگنے کا مرحلہ سر کرنے لگی۔ مزید میں منت از نہادھلانا، کپڑے بدلوانا، سب اپنے فرائض میں صرف کرنے کے بعد اس نے بچن کا ساری کپڑے پہل کر لیے۔ کچھ سال بعد حدیقة جب موئیسر ری

کے لیے آئیٹھ تو سوٹ، حدیقة اور اسکر کے لیے داخل ہوئی تو سنبھل اور کوں دنوں جڑواں بچیاں بوائل انڈہ اور گرم دودھ، سنبھل کے لیے نیم، جڑونوں کی ٹھیں اور میونہ انہیں سنبھالنے میں ہی کوں کے لیے ملک شیک تیار کر کے تیبل پر لٹکنا، ہتھ خود حدیقة کی ذمہ داری بھی اس تک اب وہ پھر سے یڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ شکرے اٹھ بھی جاتی۔ پتا نہیں الہ تھی چردے میں جاتیں تو سر

پس ہی بنے گھر کے اس دور میں تھے کہ اپنا بچہ کا بعد میونہ ساری رات جائے کی شکایت کر کے دیگر خود پس لیا کرتے تھے۔ ورنہ پہلے ناشتہ تیار کیں اور کوں بھی اس کے پر ڈکر کے کروہ بند کیتی پھر دیگر کے اس کی اوپر بیچ کی ریڈی ہوتی رہتی۔

بمشکل انہیں بیکر سیست کر دیوں سے نہ لگا کہ اور میونہ کی نسبت نہیں سے فضیلت کے ناشتے کی میل تک لاتی۔ ناشتے کی تیاری کے مانافتات زیادہ وہ ستانہ تھے، اس کے کام وہ زیادہ خوشی ساتھی وہ ان کے بچ بکری کی تیاری بھی کرنا، ہمیکا کر لیں۔

تھی ناشتے کے ساتھ ساتھ بھی کے بچ بکریں اور بچوں دوسروں کی خود غرضی اور مطلب پرستی پر میں فرج فرائیز کی میں میھارا اٹھا۔ اس نے بچانے بھی لگی تھی۔ اس وقت بھی اس کا شدت باکسر بند کے اور ہر ایک کے بیک میں ٹھونٹ سے ٹھونٹ چاہ رہا تھا کہ ناشتے کے بر تن پونی چھلے رہنے میں بلال آنکھیں مسٹتے ہوئے کرے سے تھا۔ اسے بس ایک مک چائے کا انیسے لیے بنائے اور لان چائے تیار کی۔ چائے کا آخری ٹھونٹ بھرت عین بیٹنے کے مزے سے پیے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہتی اس نے بچوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور ہبھا اٹھا کر لکھنی اسے لانے بکھرے بل رہیں میں جذباتی ہنکار طرف آنکھیں۔

رہنگت توبہ کس قدر شور پھاتے ہیں یہ سچے صبح نہ اتنا نہیں ہوتا کہ آرام سے چپ چاپ تیار کریں۔ سکرے پہنچ میرے اٹھیے نکے تو ہمیں ہے۔

بھکتاؤ۔ کسی دن بھائی جان بھی اپنی نیند تباہ کریں۔ پہنچ میرے اٹھیے نکے تو ہمیں ہے۔

جگا کہتا ہی وقت تو انہیں بستر سے نکالنے تک ہے۔

فضیلت نہ چاہتے ہوئے بھی بلا نامہ ہے۔

دنیا کی خوبیوں کی جگہ جاگہیاں جاگیں۔

بلال کاموڈ آج آیلیٹ پر اٹھا کھانے کا ہے۔ آیلیٹ میں خود بناوں گی مگر اٹھا۔ آپ کو پتا تو ہے مجھ سے سارے چیاقی ڈھنک کی تھیں بنتی تو راٹھا کہاں بنے گا اور آپ کے ہاتھ کے بنے پر اٹھے تھے آگے تو کچھ بھی نہیں بھاتا۔"

وہ یونہ کی طرح فراخندی سے اسے سراہتے ہوئے چلی گئی۔ فضیلت کی ساری سلمندی، جنگجاہست ہوا ہو چکی گئی۔ اس کے ہاتھ تیزی سے دھڑکن باسکت میں سجارتے تھے۔ چلے کوڈم وے کراس نے آئے میں نمک آئی اور پانی ملایا اور ڈھنک کے لئے کوچائے دینے چلی گئی پھر اگر آتا گوند ہے گلی۔ درمیان میں ولقہ و نفے سے اپنے اٹھا کر جائے کے گھونٹ بھر لیتی۔ خوب میں لگا کراس نے آتا گوند ہے کے بعد آیلیٹ کی پیاز کتردی۔ جانتی تھی کہ لئی سے پیاز بھی باریک نہیں تھی۔ اتنے میں اوپر کے پورشن میں بھی بیداری کے آثار پیدا ہو گئے۔ کمال اور میمونہ بھی ناشتے کی نیل مک کھنکے دیے تو صرف بلال کا جی چاہ رہا تھا آیلیٹ پر اٹھے کو لیکن اب سب ہی نے ڈبل نعلیٰ وغیرہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ لئی تو اپنے میاں کے لیے دو انڈوں کا آیلیٹ لے کر جلتی ہی۔ اب فضیلت ایک جگہ توے پر پڑھے سینک رو گئی تو وہ سری جگہ آیلیٹ کے لیے آمیزہ تیار کر رہی تھی۔

میمونہ اس دوران صفائی والی ماں کو پہلیات دینے کا فریضتی جان سے لا اکر لی رہی۔ میل پہ ناشت لگتی دہنور نور سے کتے ہوئے واپس آئی۔

"ان میں کیس کے سر پر کھڑے ہو کر جب تک کام نہ کرواؤ" ذرا ڈھنک سے صفائی نہیں کرتی۔ صبح صبح ان کے ساتھ سر کھپائی کرنا بھی ایک عذاب ہے۔ "ملازموں سے کام لیتا بھی نہیں عذاب للتا ہے اللہ کی شان۔"

امانی گئی نے ہنکارا بھرا سعہ اپا سارہ ساناٹہ نماز کے فوراً بعد کر لیا کرتی تھیں۔ البتہ باقیوں کے ناشتے کے دوران موجود ضرور رہتیں۔

"ملازہ کا شکر ادا کیا کرو بی بی! ہاتھ پر نہیں صرف

زبان ہلانا پڑتی ہے، اور وہ بھی ہیں جن کے نہیں۔ جھاٹوں سے اور افتابیں پوچاں گلنے سے ہوتا ہے۔" "مال لو جی! آپ کو تو بس میری ہراتے تھے میں کچھ نہ کہ ایسا ضروری کہنا ہوتا ہے۔" میمونہ بھی بھی بل کی بات دل میں رکھتی ہے۔

نہیں تھی۔ البتہ فضیلت اس کی ہر جیفات سرے سے جیران ہونے کی عادی ضرور تھی۔ اس نے رشک و حیرت سے اسے سر جھکتے اور ساس کے ٹوکنے پر ناکواری کا انہصار کر رہا تھا۔ دیکھ لال جی معنی تھی سانس بھر کے رہ گئی تھی۔ کمال اور بلال کے آفس کے لیے نہ لئے تھے۔ فضیلت، ماں کے کام کا دوبارہ جائز لینے کی تھی۔ میں رکھی و اشک مشین کے ہاس اس نے سارے گروں سے بغیر دھلے کپڑے نکال کر دی کر دیتے۔ سرف نیل و عینور کھا۔ سفید رنگ کی ریشمی سوتی کپڑوں کو الگ الگ کیا۔ وہ ایسا زکر ماں سارے کپڑے اپنی اسی لاپرواں کے ساتھ جاں۔

وہ پھر کے کھانے کی زندہ داری میمونہ سر تھی۔ ایسے فضیلت بکنے سے ولی طور پر کٹھ جاتی تھیں۔ مطلب یہ نہیں تھا کہ اس وقت وہ بالکل فارغ، بل ماں کے پیچھے پیچھے پھر کے اوپر نیچے کے پورشن کے صفائی ایک ایک با تحریر میں کپڑوں کی دھلائی پھر دل آگے دھل دیتے۔ وغیرہ کرنا، دستہ بید شیٹ جنگ کرنا سب اس کی اڑداری تھا۔

وہ پھر کے کھانے کے بعد کچھ وقت فرمت ہاڑھو تا۔ ماں جانے سے پہلے وہ پھر کے کھانے کے بھی دھو جاتی تھی۔ بچے اسکوں سے آنے کے بعد پہنچے کمرے میں کسی نہ کسی مصروفیت میں ہوتے۔ ایسے میں وہ شام تک لقریباً "فارغ ہی" بس آدھے پون گھنٹہ لال جی کی ناٹکی شانے کی دبائے ہوئے پھر وہ عمر کی نماز تکڑے کے لیے بوجانہ پھر فضیلت ہوتی اور اس کا منہ پسند مشتمل سلامی میکیں جس طرح وہ خود ایک کار آئندہ تھے۔

ملح اس کا یہ واحد شوق بھی کوئی بے مصرف شوق نہ تھا۔ اس کا شوق بھی بورا ہو جاتا تھا۔ اس نے دیڑاں کے خوش رنگی بس سینے کا۔ وقت بھی گزر جاتا اور مگر واول کے بھی مزے آجاتے۔ مفت میں جدید ترین املاز کے کپڑے سل جاتے۔

جب اس کی شادی ہوئی تھا اسے سوئی میں دھاگا بکھر نہیں ہانا آتا تھا۔ بہن ناٹکے تک سے ٹواتھ تھی۔ بھی بھی دوپہر کو اس کا کوئی اور معرف نظر نہ آتا تو مل جی کے کمرے میں گھس جاتی، اس کے بولائے مل جی کے کمرے کے بولائے میں گھس جاتی، اس کے بولائے بولائے اندزاد کیے کر آخر ایسا جی کو ہی ترس آتا اور انہوں نے پہلے پہل صرف اس کا جی بھلائے رکھنے کے لیے چھوٹے چھوٹے کرتے کاٹ کر دیے۔ جب رازی پیدا ہوا تو فضیلت نوق و شوق سے منزد کرتے، رازی پیدا ہوا تو فضیلت نوق و شوق سے منزد کرتے، بھائے اور نوبیاں سینے گئی۔ پھر وہ اپنی سالہ کی شلوار قیف اور ایسا جی کا چار کلی کا گرہ بھی خود کاٹ کر سینے گئی۔ حدائقہ اور سفلی کوول کے آئے تک اس کے ہاتھ میں منزد صفائی اور نفاست آگئی۔ ان کے فرماں سستے ہوئے اب وہ اپنی طرف سے نت نئے تھے تھر بے بھی کرنے گئی۔ کئی بیاہ کر آئی تو فضیلت کے اس ہنر سے اس نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ مختلف فیش میگزینز سے نت نئے دیڑا نشزد کھا کر اس نے فضیلت کی صمارت کو منزد نکھار دیا۔

اس وقت بھی بکن میں موجود بیرونیوں اور غیرہ کا جائزہ لے کر اس نے دل ہی دل میں رات کے کھانے کا میشور تریب دیا۔ رات کو کھانا ذر اہتمام سے بنتا تھا۔ "کامیابی پتھے کا پلاو، قسی مرغی کا شوربا اور راستہ ٹھیک رہے گا۔ چاول سب سی شوق سے کھا لیتے ہیں۔ ہل سچے شوربے والا سالم زیادہ پسند نہیں کرتے۔ چلو، پھر چلے ہفتے کے بناۓ شای کبیوں میں سے پندرہ میں اپنی بھی فرزر میں رکھے ہیں تو بھی مل لیں گے۔"

اس نے پتھانی میں بھجوئے مرغی کا پکٹ کچھ لئے فرزر سے نکال کر کھا اور اپنے کمرے میں اگر میں نکال لی۔ سردوں کے دل تھے سب ہی اپنے اپنے کمرے میں بند تھے۔ فضیلت کے اس

لیکن آج وہ کچھ نہ کہہ سکیں۔ پرستی آنکھوں کے ساتھ اسے سارے میں چلتا پھرتا دیکھتی رہیں۔ آنسوؤں نے ان کی آنکھیں اتنی گردی کر دی تھیں کہ فضیلت کا جودہ ہندلا پڑ رہا تھا۔

✿ ♦ ♦

رات مگر بتیاں گل ہوئیں تو اس نے بھی اپنے کرے میں جلنے کی آمادت کی۔ دوسرے شہروں سے آئے قریبی رشتے والے کچھ یہ تھے وہ اپنے لاؤنچ میں تو کچھ اور والے لاؤنچ میں کارپٹ پر ستر سمجھائے ہوئے کی تیاری کر رہے تھے۔ سونے سے پہلے بھی جلال محمود ہی موضع عطفگوار بیاس کا تذکرہ باہم سل کی سکیں اور بلند ہو گئیں۔

زورا بہتا دیا۔ مکل سے دیکھ رہی ہوں، مجال ہے جو اس زبانی کی آنکھ سے جھوٹ موت کا آنسوی نہلا ہو۔ کسی پھر عورت سے، صحیح کہتا تھا جلال بد نفیب کہ یہ عورت نہیں، پھر کی عورت سے ہائے ہائے زینبے۔ کیا جوان پڑتے اس بے فیض کے لیے مٹی میں بعل را۔ آنسوؤں نے تلف سے دونوں ہاتھ میں تو اپنی کی خاطر اس کی وجہ سے مجھے سے نا راضی ہوا۔ بارہ سال میں جو حمرے نکلا تو چوپانی تھی، اس کا اپنے جیش سے خلیل پہنچتے ہیں جو غیر خاندان کی ریشتہ بھی تھا، سماں تیکا زاد جو تھا مگر لبیں جو غیر خاندان کی

کی سیکیں اور بلند ہو گئیں۔

”میرا بیٹا اس کی وجہ سے مجھے سے نا راضی ہوا۔ بارہ سال میں جو حمرے نکلا تو چوپانی تھی، اس کا اپنے جیش سے خلیل پہنچتے ہیں جو غیر خاندان کی ریشتہ بھی تھا، سماں تیکا زاد جو تھا مگر لبیں جو غیر خاندان کی ریشتہ بھی تھی۔“

”امں جی، اس میں فضیلت بھا بھی کا کیا قصور۔“ لئی نے مراحت کی۔ ”تلخی تو مصلح بھا بھی کی ہے، جنوں نے جلال بھائی صاحب کی وفات کی اطلاع دو دو زگزگ جانے کے بعد وہی۔ کیا ان کی مل، بس اور بھائیوں کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ آخری وقت ان کا چھپو دیکھ لیتے۔ اپنے وطن میں ان کی آخری آرام گھونبواتے کیا وہ ان کیا سپ کچھ تھی۔“

”بھی بھی بھلی تھی، اس نے آخری وقت تک ساتھ تو بھایا ہے میرے جلال کل۔“ امں جی نے زندگی میں ہی بار مصلح کے لیے کوئی ثابت یات کی۔ مصلح ان کی بڑی ہو مگر ان کی بھوئے وہ نہ تو بیاہ کے لائیں، نہ آج تک اس کی شلک تک رسکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

”یہاں میں، امں تھے یا پھر عارف۔“ اس نے سوچا اور ایک بار پھر اپنا مضمضہ جو دھوند گئے تھے میں ایک بار بھی اس کی آنکھ نہ تھی۔ چھیس گھنٹوں میں ایک بار بھی اس کی آنکھ نہ تھی۔ اس نے دو کب چائے، آدھ سلاٹس کے سوا کچھ نہ کھایا تھا۔ دو منٹ کی ایک جگہ تک کے بیٹھنا سک نفیب نہ ہوا تھا۔ اسے بیڈ پر بیٹھ کر اسے احساں ہوا کہ اس کا جو زجڑ ٹھیک سے فراہد کر رہا ہے۔ اپنے سکے پر رکھتے ہی اتنا ہے، عقل ہوتی تو آج میاں کے طبل۔ راج نہ کر رہی ہوتی۔ نفیب کی کھوئی ہی نیں، عقل کی بھی غبہت ہے۔“

زور دے کے امں تھی کا کلا بیٹھے چکا تھا۔ اب ان میں اتنے سکتے تھے رہی تھی کہ وہ آئی بھی بھر سکیں مگر پہلوں کی اولاد کی اچانک موت اتنا بڑا صدمہ تھا کہ نہ ان کے آنسو ٹھرم رہے تھے، نہ آہو لکا۔ کلر سے اپنے تکمیل بھائیوں کی لاڈیں بن عارف بھی اطلاع لکھتے ہی آٹھ تھی۔ اس کے بین بھی اور عوں کا لکھ جب چیرے دینے تھے۔ میونہ تو چوپانی تھی، اس کا اپنے جیش سے خلیل پہنچتے ہیں جو غیر خاندان کی سیکیں اور بلند ہو گئیں۔ اس کی الکتوی بھی۔ تپیر شکل تک نہ دیکھی تھی، لیکن اس کے بعد سے اب تک ان کو بھی اور جس نے شلکی کے بعد سے اب تک ان کو سالوں میں اپنے اتنے جیش کا صرف تذکرہ ہی ساختاً دامن پر لیس لگانے لگی۔ میونہ کی توازنے اور گرد کے سکوت میں بلکا سا ارتقاش ضرور پیدا کر دیا مگر اس شور نہ تھا کہ وہ اپنے اپنے پورشن میں یا تک پیدا ہوئی اس، ہر روز بہت اور رنگے کوئی نہ پاتی۔ بو تھلا کرو ہونے پر بھر سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ لئی ریسیور تھاے، گلوکر بجے میں چلا رہی تھی۔

”کب ہوا ہے سب آپ اپتار ہیں؟“ فضیلت کی نظر صوفی پہ جو اس سے بے خبر آئی تھی، لیں میں اسکے ساتھ سرپت سیڑھیاں اترنے لگی۔ میونہ بھی جو اس باختہ اس کے پیچے صد سے ہزار تھے اور اس ساری صورت حال میں اسی سارے دروداں اور افسوس اسکا محاول میں ایک وہی جس کا کسی کو کوئی خال نہ تھا۔ حلا نکہ وہ سب کا خالی کر رہی تھی۔ بھی سینے کوٹ کوٹ کرین کرنی اکٹوی نہ کوئی سینے سے لگا کر تسلی دیتی۔ بھی امں جی کے نہم سے ہوش وجود کو سنبھالتی ہوں کے منہ میں پانی دلانے کا کوشش کرتی۔ بھی مخصوص بھوں کی بھوک کا وہیاں آئنے پر انسیں چین میں بلا کر حٹکے سے دل دھکے کے ساتھ بیکٹ کھلاتی۔ تھریت کے لیے گھر میں آئے لوگوں کے بیٹھنے کا بند دست کرتی۔

”جلال جلال اب اس دنیا میں نہیں رہے۔“ امں جی کے ہاتھ سلاٹی انسیں ہوش میں لاتی فضیلت کے کان تک پر الفاظ پسخی اور اس کے اپنے حواس اس کا ساتھ چھوڑنے لگتے۔

”سے عاری چھر سے آنسوؤں سے محروم آنکھوں، دیکھ کر یہ ار اہ ترک کر دیا ہو۔ امں تھی کی بھلوں نے بڑی حرث سے اسے اسٹور پر لے کر اپنے دکھارے۔“

کرے میں جو گھر کا مشترکہ اسٹور تھا اور جس میں تینوں بھوؤں کے جیز کے جتنے صندوق ریٹی رضا یوں، ایرانی کمبوں اور امپورڈ ڈریزیوں سے بھرے پڑے تھے۔ بغیر موسم کے کمبوں کے بھرے اپنی کیس رکھتے تھے اس کھٹے سے کرے میں جگہ بنا کر فضیلت کا سانگل بند لگایا تھا۔ الماری کی اسے ضرورت نہ تھی۔ اپنا بکس وہ بیڈ کے پیچے ہی رکھا کرتی۔ سائیڈ ٹیبل کے درازوں میں اس کی ضرورت کی دیکھ جیس موجود تھیں۔ بیڈ پر ہی اس نے مشین ریٹی اور جس نے شلکی کے بعد سے چاک اور دامن پر لیس لگانے لگی۔ مشین کی توازنے اور گرد کے سکوت میں بلکا سا ارتقاش ضرور پیدا کر دیا مگر اس شور نہ تھا کہ وہ اپنے پورشن میں یا تک پیدا ہوئی اس، ہر روز بہت اور رنگے کوئی نہ پاتی۔ بو تھلا کرو ہونے پر بھر سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ لئی ریسیور تھاے، گلوکر بجے میں چلا رہی تھی۔

”میں خیر کیا ہوا لئی اس کا فون ہے؟“ میونہ نے سوال کیا جبکہ وہ ٹیبل سے پانی کا گلاس انھا کر لیا تھی کی طرف لکھی۔

”مصلح بھا بھی کا۔“ لئی نے ریسیور رکھتے ہوئے پچکلے۔

”جلال جلال اب اس دنیا میں نہیں رہے۔“ امں جی کے ہاتھ سلاٹی انسیں ہوش میں لاتی فضیلت کے کان تک پر الفاظ پسخی اور اس کے اپنے حواس اس کا ساتھ چھوڑنے لگتے۔

”ہائے میرا بیٹا! مجھے سے ناراض ہی اس دنیا سے چلا گیا۔“

حرکت کرتا نظر آیا۔ گھبرا کے اس نے اپنی خمار آکر پلکیں نور نور سے چھپکیں تو کہٹی سے کلن کی لوٹک ایک کرم سیال بہتا محسوس ہو۔ اس نے حیرت سے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ پالی تھا جو اس کی آنکھوں سے بہاں کے اندر نکل جا رہا تھا۔

”پالی۔ یا آنسو۔“

وہ خود یہ تیز کرنے سے قاصر تھی، عرصہ ہوا اسے آنسو بھائے ہوئے وہ اب آنسو اور پالی میں پہنچان کرنے کی صلاحیت کھو چکی تھی۔ وہ تو اب یہ تک محسوس کرنے کی حس سے عاری تھی کہ غم کیا ہوتا ہے؟ نقصان کے کتنے ہیں؟ اماں جی کو جو ان بیٹے کے غم میں روتا بلکہ ایک کراس کل کو ضرور کچھ ہوتا تھا۔ عارف کے بین بھی نے نیل جاتے تھے اور کمل اور بلال جیسے ہم بیرون جوان مردool کو اس ڈھنے جانے آئے انداز میں دیکھ کر بھی اسے پین کھو رہا تھا لیکن اب وہ کیل روری ہے وہ خود ہیران تھی۔ کیا اپنے لیے؟

پتا نہیں لوگوں کو اپنے بچپن کی اتنی برا باتیں کہی یاد ہوتی ہیں۔ اب اماں جی کوئی دیکھ لو دکم ستر کی ہوئے کو آئیں مگر عمر کے ساتوں برس کی یادداشتیں تک فر فر ناسکتی ہیں اور وہ اسے ذہن پر نور ڈالنے کے باوجود ایسا کچھ یاد نہ آتا جسے وہ بچپن کی خونگواریا ہخو شکواریا دکھ سکے۔

پہلی یاد جو حافظہ نقش تھی، وہ ملکن کے دنوں کی تھی اور تب وہ ایسی بچی بھی نہ تھی۔ ہو گئی کوئی تیوڑو چوڑی پار ملکن والے گرمیں تبدیل کھا، جب وہ پندرہ سال کی تھی۔

”میا زبایہ تم نے دھمی کو کیا بنا دیا لہے نذر کے ساتھ درد کریا بالکل اس کے جیسی دکھنے کی تھی،“ سمجھنے نے غور کیا۔

”وچکی ہے آپا،“ اور نذر یہے کو کیا میں بھی۔“ رکھتا۔ دھکے دے کر دنیا میں دربار ہونے پہنچنے اس معصوم مذابت کو۔“

”یہ تو تمہاری نیکی ہے لیکن کیا اچھا ہو تاجوم کسی“ پروفیورت سے نکاح کر لیتے گری کی تربیت تھی۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگذا رایا وہ سن ہے، کل کلاں کو کون بیان ہے آئے گا اس لڑکی کو۔ جو نہ چلتی دھنگ سے سے نہ بولتی طریقے سے ہے تم نے دیکھا، نذر یہے کی طرح منہ لکھا کر پات کرنے لگی۔ سعی نہیں۔ تم نے نیکی بھی اس کی طرح ہے، اس کا قصور نہیں۔“

”یا اب میں کی؟“ وہ دوکھے پوچھنے لگتے۔ ”یا اب میں کی؟“ میں تمہاری تربیت کو اڑام نہیں دے رہی مگر بھی ذات کی تربیت اور طرح سے بولی ہے، صرف اسے کھلانا پہنچانا یا پرصلانا کافی نہیں ہوتا۔ اسکوں تو جاتی ہو گی؟“

”میں چھٹی میں ہے۔“ ”چھٹی جماعت میں۔ اس کی عمر تو میرے کمل کے برابر ہے۔ اسے تو کم از کم نویں دسویں میں ہوتا ہے تھا۔“

”میں جاتا۔ بھی تو میں یہ احساس نہیں کہ آگے جل شیخ کی اچھی نئی تم نے۔ اگر اسے شوق نہیں تو مجبور کرو،“ اس نے کھل کر تھی کے ذریعے ہی سی۔ یہ کون سازناہ ہے، ملکن پڑھ رہنے کا۔ کم از کم دو سوں تپاس کر لے۔“

”ذور دیتا ہوں تو جاتی ہے اسکو۔ دو سل سے پہنچی میں پہنچی ہوئی ہے ملے پانچیں میں سے شکل سے نکلی۔ کیا کروں؟ اس کی عقل ہی اتنی نہیں۔ اپنالپاندل غرما ہے آتا ہے تا!“

”ہلا یہ تو ہے،“ انہوں نے غور سے فضیلت کو دکھا جو منہ پورا ہکھلے، ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ کمل محنت سے چاچا کی کوئی بات سن رہی تھی،“ اس کے ملے ہوئے دہانے پر بچکانہ سی مسکراہٹ تھی،“ پلکیں تک نہیں جمپک رہی تھی اور نذر رال بہا۔“ اپنے نے تھا ہوتے ہاتھوں کو پھیلانا،“ تا قتل کم سے تکم کوئی اوٹ پانگ قصہ سنارہا تھا۔“

”میں پھر کہتی ہوں نیازابیہ سار اندر کی محبت کا اثر کے جمانیاں لیں، پہلی نظر میں تو بھی لگتی ہے۔ کوئی

اسکول کے لیے نکلا کرتی۔ البتہ واپس ملکے کیا،“ لڑکوں کے ساتھ ہوتی۔ راستے بھر پاٹیں کر کے، تیر لگاتے، خولنے والوں سے مروندا، بجک دغموں لے ار کھاتے ہوئے۔ لے یہ بھی یاد تھا کہ اسکو کہ جماعت لڑکیاں اس سے عمر میں خاصی چھوٹی سمجھ کر،“ گھر آتی تو چاچا بھاگ کے سامنے مل کر جاں سے چار روشنیاں اور سالم کا کھوارا لے آتے۔ نوں دیں ہیں چھلائی پہنچ کے کھلاتے جھوٹے برشول پر دیں ہیں کھیاں بھینختی رہتیں اور وہ اسکول کے کپڑوں میں، اسی آڑک رتھی سوجاتی۔ بیا کے آنے کے بعد ان کی ہلکی بچپن ڈانٹ کے ساتھ باتی کام بھی ہوتے رہتے۔ منہ دعو،“ کپڑے بد لانا، اسکول کا کام کرنا۔“ میں مجاز لگاتا۔ اگر بیا ڈانٹ کر اسے نہ اٹھاتے تو شاید وہ سارا دن یونی چھلائی پر اوندھی پڑے گزار دیا کرتی۔ آہستہ آہستہ اس نے بیا کے ساتھ رات کے کھلنے کی تیاری میں مدد کرتے کرتے خود ہی کھانا پکانا بھی شروع کر دیا۔ اسے رشتے داروں میں صرف چاچا کا پاتا تھا کیونکہ وہ اس کے ساتھ رہتا تھا جاتا بھی کمل۔ ذہنی طور پر معمور تھا۔ اگرچہ ناقابل برداشت حد تک تو نہیں مگر تھا۔

برے بھائی کی بیوی گرم مژاج تھی،“ اس نے رکھنے سے انکار کر دیا۔ ایسا کی اس شرمنی میلزا مسٹ تھی،“ نہ ساتھ لے آئے ایک بن،“ بھی تھی ان کی،“ یعنی فضیلت کی پھوپھی۔ جو وزرا امیر گمراہے میں بیانی تھی۔“

بیانی لے کر دو تین بار شرکتے تھے پھوپھی سے ملوانے مگر اپنے ہوش میں اس نے پھوپھی کو پہنچا پار ملکن والے گرمیں تبدیل کھا، جب وہ پندرہ سال کی تھی۔

”میا زبایہ تم نے دھمی کو کیا بنا دیا لہے نذر کے ساتھ درد کریا بالکل اس کے جیسی دکھنے کی تھی،“ سمجھنے نے غور کیا۔

”وچکی ہے آپا،“ اور نذر یہے کو کیا میں بھی۔“ رکھتا۔ دھکے دے کر دنیا میں دربار ہونے پہنچنے اس معصوم مذابت کو۔“

بلاں کو، پہلی بار اسے سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ دوچار پار کھو تو بھیجے میں اترنی ہے۔ وہیان ہی تھا کافی پوچھنے لگیں۔

”مری فضیلت انجھے اپنا الیاد نہیں آتا ہے“

مگر فضیلت وہی موجود ہوتے ہوئے بھی موندوڑ ہوتی۔ اس کی ساری توجہ سامنے رکھے گئی وی ڈرامے سے ہے۔ اسکول جانے سے پہلے آٹا گوند متی سے ہشت بھائی بھائی ہے۔ شام کو آنکن درھوئی ہے باب بھائیوں کے پڑیے اسٹری کرنی ہے۔ بھی بھی رات کا کھانا بھی بھائی ہے۔ ساتھ ہی رہنے میں بھی تیز۔ یہ میرا دعوے ہے، دیرے سے سی مگر فضیلت کو بھی میں رستے پر لے ضرور اوس گی۔ بھرے پرے گھر میں رہے گی تو خود اسی سنبھل جائے گی۔

”مگر تباہ امیری اکواک میں ہے“ وہ چکجاۓ

”تو میں کون سا چھین کر لے جاہی ہوں یا عمر بھر ساتھ رکھوں گی۔ تمہارے بھلے کی بات ہے۔ کل کلاں کو اسے دھنگ کی جگہ بیاہنا ہے یا نہیں؟“ آج پندرہ کی ہے، حد سے حد پلچر سال اور گھر بھاؤ گے بس یاقچ سال کے لیے مجھے دے دو، دس جماعتیں بھی پاس کراؤں گی انشاء اللہ اور سارا ڈھیا پن اور بے ڈھنگاپن بھی نذریے سے دور رہ کے نکل جائے گا۔

”اوہ محلی صاحب؟“

”لے وہ بھلاکیا کیں گے نیاز! وہنے گھے جب تیری آپل نے سرجھا کے سرال میں زندگی گزاری ہی۔ متن جوان پتھر میاں لشائے لشیس آج تیری آپل کی گردیں بھی اپرچی ہے لور حیثیت بھی۔ وہ اب میرا سرال نہیں نہ میرے میاں کی جا کیرہ ہے وہ میرے اللہ رکھے پتھر کا گھر ہے جس کی میں چوہرالی بول۔“

وہ دوں بعد پھوپھی کے ساتھ لاہور آئی۔ جاتے ہوئے وہ کتنا ترپ کے روپی تھی، یہ بھی یاد تھا لیکن۔ ستمی سی بچی بھی۔ پاکل بھائی بھی۔ لورہ۔ اکیاس۔ مگر کیا کری تھا رے لباکے آگے بجور تھی۔

”لے اسکول دغیرہ میں داخل کروانے کا سہا!“

ڑین میں منہ کھول کر بلند آواز میں رہتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتی رہیں۔ وہ بھی حیران ہے پوچھنے لگیں۔

”مری فضیلت انجھے اپنا الیاد نہیں آتا ہے“

مگر فضیلت وہی موجود ہوتے ہوئے بھی موندوڑ ہوتی۔ اس کی ساری توجہ سامنے رکھے گئی وی ڈرامے سے ہے۔ اسکول جانے سے پہلے آٹا گوند متی سے ہشت بھائی میں ہوں، پر جائے وہ تیار کرتی ہے۔ شام کی چائے۔

”فضیلتی فضیلت“

اب کے وہ ذرا حیرت سے پکار بیٹھیں۔ حیرت والی بیٹت ہی تھی، ان سے محض لڑپڑھ فٹ کے فاصٹ بیٹھی ہوئی بھی وہ اتنی مگن بھی کہ ان کی آواز پر لے سے مک نہ ہوڑی بھی۔

”ہائے ہائے فضیلت“

”اب کے پکار میں فریاد کا نداز بھی نہیاں تھا۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے انہوں نے ذرا آگے بڑھ کے اسے جھنجوڑا۔ مزے کی بیلتیہ کہ اس قدر نور سے جھنجوڑے جانسہ بھی وہ جو نکتے پاہر رہانے کے بجائے محض ”لیں“ کہ کے رہ گئی۔ نظریں اب بھی نی وی پر گزی ہیں، یا لکھ جھکے بغیر وہ آرھانہ کھو لے ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ کرے میں داخل ہوتی عارفہ کھلکھلا کے بھر پڑی۔

”اہم ہی ایہ کیا نمونہ اٹھا لائیں آپسا!“

”شرم کر بھی ہے تیری۔“

”کسی کا مذاق اڑانا بڑی بات ہے عارفہ“ جالل محمود ان کے سب سے بڑے اور ہونماریتے نے بھی اندر آتے ہوئے تنیدہ کی۔ ”اور بھریہ کوئی غیر تھوڑا ہی ہے، لپنے ہی ماہوں کی اولاد ہے۔ میرے خیال میں اہل جی نے جو کام آج کیا ہے، وہ انہیں برسوں سے کرنا چاہیے تھا۔ بنیال کی بچی کی صحیح نظم و تربیت کا فرضی اور کتابت بڑی نیکی سے۔“

”لیں بیٹا! تجھ کہتے ہوئی تو بت دکھنا یا ناز کے لیے۔“ اسی سی بچی بھی۔ پاکل بھائی بھی۔ لورہ۔ اکیاس۔ مگر کیا کری تھا رے لباکے آگے بجور تھی۔

”عارفہ کے اسکول والوں نے تو صاف جواب دے رہا۔ ایک تو وہ اسکول انگریزی ہے اور یہ بھیشہ سے ناٹ رہے۔ اسکول میں پڑھی سے ادھر تک کے اسکول میں لے کے گئی۔ وہ کہتے ہیں، پڑھی میں حد سے حد بارہ تھے وہ سلسلہ کی عمر کی لڑکیاں ہیں۔ یہ لوٹھا کی لوٹھا وہیں نہیں پڑھ سکتی۔ اب جتا وہ کیا کروں۔“

”ہوں۔ مسئلہ تو ہے گمراہیے بھی تو نہیں چلے گا۔ ہیا کریں، اسے اردو“ اسلامیات جیسے آسمان مضمومین میں یا کمال ناشر وقت میں پڑھا دیا کریں گے۔ عارفہ بھی وقت نکل کر مدد کر دیا کرے گی۔ بھل انگریزی اور حلب کے لیے کوئی استانی لکھوادیں۔ یہ بستر رہے گا۔ آخوس کا امتحان دلوانی کے بعد اسکول میں داخلہ لے گا تو تمہیک، درست وسیں کی تیاری بھی ایسے کروادیں گے۔

”ہیں کلی، ہی عارفہ کے اسکول جا کے کسی استانی سبات کر لی ہوں۔“ وہ تتفق ہوئیں۔

لور پھر فضیلت کے سخت ترین دلن شروع ہو گئے۔ لہلہنی اسے سچ منہ اندھرے تماز کے لیے اٹھا تھا۔ فرقن پاک کا سبق دیتیں پھر وہ ملٹھتے وغیرہ کی تیاری میں گھنی ہوئیں تو وہ موقع پاکے پھر سے کوئی کوتا تلاش کر کے سوچا۔ عارفہ کے اسکول جانے کمل بلال کے کالج اور جلال کے یونیورسٹی جانے کے بعد وہ پھر سے ان کے رحم و کرم پر ہوتی۔ گھر میں کسی اور عورت کے نہ ہونے کی وجہ سے بانے لے کھانا لپکنے پر تو چھوٹی عمر میں ہی لگا دیا تھا مگر سیقت نہ سکھا سکے۔ مولی معلی رہنیاں وہ احسان جاتا کے تھوپی، کچا پکا سالن، بھی دیوبول ہمی، بھی نمک ندارے۔ اور تو اور سبزیاں کاٹی بھی اس تدریجی ڈھنگے پن سے تھی کہ لمبی جی کو تاؤ ہی تو آجاتا۔ کلچر کے برتوں سے تو اسے خاص پیر تھا۔ ادھر تھا میں آئے نہیں کہ ادھر چھوٹ کے گرے۔ اس ترزاں تک پھیڑنا نہیں آتی تھی۔ کوئی ایک کام عاجا جوہ اسے سکھانے کی کوشش کرتی۔ وہ تو خود بول کھلا کے رہی پڑ گئے۔

”تباہ! اللہ تیرا بھلا کرے۔ بنیال کی بچی کو گھول رہی ہے۔ کر جگ، بھرپانی اندیشیں دیا کیا لفاف جو ہوئے گئی۔“ اس طرح کریز بنتے ہیں پتلون کی۔ کھڑے پا جائے کی طرح نہیں پھیٹھے اسٹری۔“

منہ بنتے جھلاتے، ببورتے سال دو سال میں وہ کچھ ڈھنگ سیکھ ہیں۔ بعلی تکی اور گول ہو گئی۔ کپڑے بھرے بھائی بھائی ہے۔ شام کو آنکن درھوئی ہے باب بھائیوں میں اس طرح کریز بنتے ہیں پتلون کی۔ کھڑے

البتہ پڑھانے کے معاملے میں ترقی خاص نہ تھی۔ ایک نہیں، تین استانیاں بدی جا چکی تھیں۔ ہر کوئی مقنزماری کر کے بارچکی تھی۔ الکش اور حلب دنوں کے قلعے سر کریانیں کے لیے ناممکنات میں سے تھے۔ البتہ انک انک کاروو پڑھنے والی اب رووالی سے اخبار یا رسالہ پڑھ لیکی۔ قرآن پاک بھی بس ختم ہونے والا تھا۔

ابھی پانچ سال نہ ہوئے تھے، یہاں تکہ بھی جانے تھے لیکن پھر بھی وہ لاہور آگئے جا چاہکیں گھوگھا تھاں دھوند ڈھوند کر تھے تو کو واپسی آپسی آپس کیا تو۔“

سبجل لیا۔

و اصلی دو سال میں وہ کتنی بدل گئی تھی۔ اگرچہ شرکی کسی سڑتا اخبارہ سال کی لڑکی کے مقابلے میں اب بھی

لہ بست مخصوص سماں اور کسی حد تک کم عقل لگتی تھی مگر پہلے کی نسبت آنہا بست بہتر تھے۔ اس رات لبا

نے اپنی تپال سے ایک عجیب سی فرمائش کی۔

”کمھے نہیں چھوڑ ل۔ اگر اور تین سالوں تک میں رہا ہیں تو کیا تو ہیسے کے لیے فضیلت کو اپنے پاس رکھ لے گی؟“

”نیخی صلاس۔ خیر کی بات منہ سے نہ کال نیاز! بمن کا صبر کیوں آزادا ہے؟“ وہ دل گئی۔ ایک بھائی کو بھاونج نے الگ کروایا، دوسرا جھلانے کی بھیزیں کم ہو گیا۔ تیربارہ لصیب ڈیلوں کی مشہ سامنے بیٹھا آخری ہلن کن رہا تھا ان کے آنسو سہ نکلے۔

”بیوچ ہے اسے مانے میں دری کیسی تپال دکم از کم میری تسلی کے لیے ہی بات کر لے۔ میں سکون سے مرتوں کو مکارہ میری پھر بھی کاکوئی آسراء ہے۔“

”نہ نیاز ایسے نہ کہ فضیلت میری بھی دو گی ہے۔ تیرا سلی اللہ اس کے سرپر سلامت رکھے۔ میں پھر بھی اس کا رشتہ اچھی جگہ ڈھونڈوں گی۔“

”مہس کی میں کازیور سارا میں نے سبجل رکھا ہے، وہ میں ساتھ لایا ہوں۔ تپال! ابھی کیا پھر سامنے بلکہ بھی بات۔ میری فضیلت کا کمیں اور کمزرا بابی نہیں۔ اچھے سے اچھے کھر بھی بیانی گئی تو مجھے فکر رہے۔“

”غلط مطلب نہ کالو نیاز! برابری سے میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ جلال سولہ جماعتیں پاں ہے، بنے بنے دلت آجائے تو برابری کمیں رہتی ہے۔“

”تیانے!“ وہ پل بھر میں بسے میں بن گئی۔ ایک چوبیں سالہ خورہ مذہب صاحبیہ جائیداد، علیم یافتہ اور ہونمار بیٹی کی میں جو بسو کے طور پر خوب سے خوب تر کی خلاش میں ہوتی ہے، میں کے سورپل کے بل میں بدل گئے۔

”چھوپ ہے تپال! آج کھتی ہو۔“ انسوں نے سربراہی اور تکنیک سر رکھ کے آنکھیں موندیں۔ تپال کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ جسی کہ اگر کے اولاد ہے، ذرا جاج (سلیقه) سکھا دل کی تو نیک کا کام

ہے اور ہر تو نیکی الٹا گلے پڑتی۔“ وہ بگڑ کے نہ لش، تاہا۔“

رنگ پھیکا رکیا۔

”تپال، اپنے ہی اپنوں کا عیب و حکمتے ہیں لور میں کوئی نہ تو کوئی عیب بھی نہیں۔ ہاں ذرا صورت کی کمر مزاج کی سیدھی ہے۔ تمہارا اپنا خون ہے تالہ لدا سوچو، میں نہ رہا تو یہ بد لصیب کہلی خوکر ہے کمال پھرے گی نہیں تم اپنے قدموں میں بھی اسے بھاٹے لے جسمے موت ذرا آسمان سے آجائے گی۔“

”وکھو نیاز! بار بار اسکی باتیں کر کے بمن کا صبر رہا۔ تم جانتے ہو مجھ سے یہ سب نہیں جاتے۔ بلیں وہی تمہاری بھی کا سوال، تو سب کا مالک اللہ ہے، وہی بھی نہ کر سکتی تھیں۔“

”جھاش نیاز! تم نے کچھ اور مانگ لیا ہوتا۔ وہ جو صرف میرا ہوا تھا، میرے لس میں ہوتا۔ اگرچہ جلال میرا ہی نہیں ہے، میں میں ہوں اس کی لئن اس پر صرف میرا نہیں۔ اس کے بھی کچھ خواب ہیں، کچھ خواہشات ہیں۔ اس نے تو اپنی تیاری کی لڑکی میسونہ کے لیے بھی ملک اتنی خوبصورت ہے کہ ہاتھ لگانے سے ملی۔ بلکہ اتنی خوبصورت ہے کہ ہاتھ لگانے سے ملی۔ کیونکہ میں تیاریں رکھنے کو فضیلت کے لیے ہیں۔“

”ہاں کیا!“ انسوں نے سرد آہ بھری۔ ڈیبلیں آنکھوں سے آنسو پھیل کے جھڑنوں نیچے چڑھے۔“

چھل گئے۔

”جسے رشتہ برابری کی سٹپے ہوتے ہیں۔ کہلیں، کہلیں تھم۔“ کے بمن بھائیوں کے درمیان بھی رشتہ آجائے تو برابری کمیں رہتی ہے۔“

”غلط مطلب نہ کالو نیاز! برابری سے میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ جلال سولہ جماعتیں پاں ہے، بنے بنے کی سوچ والا لڑکا ہے۔ اگر تم اپنی بھی کا جھلا سوچ رہے ہو تو میں بھی میئے کے ساتھ یہ اتو قیں کر سکتی۔ جس رشتے میں نہ ول ملے ہوں، نہ مزاج نہ ذہن۔ اس پاہنچیں کی کے لئے سکھ نہیں ہوتا۔“

”نمیک ہے تپال! آج کھتی ہو۔“ انسوں نے سربراہی اور تکنیک سر رکھ کے آنکھیں موندیں۔ تپال کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ جسی کہ اولاد ہے، ذرا جاج (سلیقه) سکھا دل کی تو نیک کا کام

”ہمیاں کن ہے اس میں جو میں اپنے چاہدے ہے بیٹھے دیا دالوں۔ ارے جب میرا اپنا من راضی نہیں تو اس بے چارے کے ساتھ کیا زبردستی کروں۔ کیسے دو سال تک پتھریں کیا ہے تو زرا انسان کا پچھہ بنا پائی ہوں۔ یہی انساف کی بات ہے، میرے جلال کے لائق تو کسی طرح نہیں۔ نہ تعلیم میں نہ مقتل میں نہ سلیقے و نفاست میں اور چلو صورت شکل تو اللہ کی بتائی ہے۔“ انسوں نے سرے سے کڑھتے ہوئے سوچا۔

دو سالوں میں اس کے بدل بدل پریوں جو میں اور یکھیں نکلتے نکلتے نظر خراب کر لی تھیں۔ بلانگہ تسلی اندھل اندھل کر کاٹاں کی تھی تکریل تسلی تسلی کی تھیں۔ جھل۔ وہی روکے کے روکے بدر بند اور جھاڑ نہیں۔ رنگ اگرچہ صاف تھا بلکہ یہاں آنے کے بعد صاف سخرا رہنے کی وجہ سے ہی تکرا تھا مگر نقوش۔ تھیک ہی بوری نہ کر سکتی تھیں۔“

جھاش نیاز! تم نے کچھ اور مانگ لیا ہوتا۔ وہ جو صرف میرا ہوا تھا، میرے لس میں ہوتا۔ اگرچہ جلال میرا ہی نہیں ہے، میں میں ہوں اس کی لئن اس پر صرف میرا نہیں۔ اس کی جوڑوں کی اچھی پھر بھاری تھیں۔ رشتہ بھی کم نہیں جیسیں جوڑوں کی اور جتنا جیتنیں سکا، غرضت سے وہ کر رخت کر لیں گی لیکن رشتہ بر ابر کا اعتماد لگاتا ہے۔“

بے جوڑ شادیوں کا نیجہ اچھا نہیں تھا۔ تم ایسے خوب دیکھ کر اپنی بھی کا مستقبل محفوظ میں کر رہے بلکہ بر بدو کرنے کا سوچ رہے ہو۔“

”چھوپ ہی!“ انسوں نے سرد آہ بھری۔ ڈیبلیں آنکھوں سے آنسو پھیل کے جھڑنوں نیچے چڑھے۔“

”چھل گئے۔“

”جسے رشتہ برابری کی سٹپے ہوتے ہیں۔ کہلیں، کہلیں تھم۔“ کے بمن بھائیوں کے درمیان بھی رشتہ آجائے تو برابری کمیں رہتی ہے۔“

”غلط مطلب نہ کالو نیاز! برابری سے میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ جلال سولہ جماعتیں پاں ہے، بنے بنے کی سوچ والا لڑکا ہے۔ اگر تم اپنی بھی کا جھلا سوچ رہے ہو تو میں بھی میئے کے ساتھ یہ اتو قیں کر سکتی۔ جس رشتے میں نہ ول ملے ہوں، نہ مزاج نہ ذہن۔ اس پاہنچیں کی کے لئے سکھ نہیں ہوتا۔“

”نمیک ہے تپال! آج کھتی ہو۔“

”چھوپ ہی!“ اس کی ہوا بیٹھے۔“ اس کی ہوا بیٹھے اڑی و یکہ کرہ بھی جو اس باختہ ہو گئی۔“ اس کی ہوا بیٹھے چڑک کیا تھکن وہ پروا کیے بغیر چھاک تھا۔ فوراً اپنے لے جایا گیا مگر راستے میں ہی وہ زندگی

سے صاف انکار تو کر دیا تھا لیکن پیار بھائی کی تھیں۔“

کوئی رامت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے کسی کمزور لمحے کی نہیں آگئی جذبیتی ہو کر انہاں فیصلہ بنی آنہوں نے یا ہر لکنا مناسب جانا۔“

”تپال! اپنا سامنے عطف کرنا۔“ اپنی پشت پر یہ تھا کہ میرا پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے ہاں اپنے لکنے دے رہا ہے۔“

”کہا اور پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے ہاں اپنے لکنے گی۔“

”بھی نہ کر سکتی تھیں۔“

”جھاش نیاز! تم نے کچھ اور مانگ لیا ہوتا۔ وہ جو صرف میرا ہوا تھا، میرے لس میں ہوتا۔ اگرچہ جلال میرا ہی نہیں ہے، میں میں ہوں اس کی لئن اس پر صرف میرا نہیں۔ اس کی جوڑوں کی اچھی پھر بھاری تھیں۔ رشتہ بھی کم نہیں جیسیں جوڑوں کی اور جتنا جیتنیں سکا، غرضت سے وہ کر رخت کر لیں گی لیکن رشتہ بر ابر کا اعتماد لگاتا ہے۔“

”بے جوڑ شادیوں کا نیجہ اچھا نہیں تھا۔ تم ایسے خوب دیکھ کر اپنی بھی کا مستقبل محفوظ میں کر رہے بلکہ بر بدو کرنے کا سوچ رہے ہو۔“

”نہ نیاز ایسے نہ کہ فضیلت میری بھی دو گی ہے۔ تیرا سلی اللہ اس کے سرپر سلامت رکھے۔ میں پھر بھی اس کا رشتہ اچھی جگہ ڈھونڈوں گی۔“

”چھل گئے۔“

”جسے رشتہ برابری کی سٹپے ہوتے ہیں۔ کہلیں، کہلیں تھم۔“ کے بمن بھائیوں کے درمیان بھی رشتہ آجائے تو برابری کمیں رہتی ہے۔“

”چھوپ ہی!“ اس کی ہوا بیٹھے۔“ اس کی ہوا بیٹھے اڑی و یکہ کرہ بھی جو اس باختہ ہو گئی۔“ اس کی ہوا بیٹھے چڑک کیا تھکن وہ پروا کیے بغیر چھاک تھا۔ فوراً اپنے لے جایا گیا مگر راستے میں ہی وہ زندگی

جانب قرار دے رہے تھے۔ وہ بالکل تناہیں نہ شوہر بیٹے کی جدائی کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے معاون کرنے پر تیار تھا، نہ دسرے بیٹے اور بیٹی گلہ کرنے سے باز اڑ رہے تھے سب سے چھوٹے بلال نے تو صاف سنایا۔

”یہ بھائی جان تھے جو جلتے جاتے آپ کامان رکھ گئے خود در بدر ہو گئے لیکن پھر بھی آپ کی بے بھی فرمائش مان لی۔ اب کسی دوسرا سے بھی یہ امیدیں نہ باندھ سکتے گا۔ ہم میں سے کسی کا عمل اتنا خراب نہیں۔“

کمال کا رشتہ اس کے اباۓ اپنے بھائی کی بھی میمونہ سے طے کر دیا۔ اس کی شادی کے دلیل بعد ہم وہ طل میں بیٹے کی جدائی کا غم یہ دنیا سے جلوے گئے۔ بیٹے کے گھر چھوڑنے کا الزام اہل بھی کے سر تھا، آپ شوہر کی بے وقت موت کا ذمہ دار بھی ان کی ضر کو قرار دیا جلنے لگا۔ اس کڑے وقت میں بھی وہ فضیلت سے بد گمان نہ ہوئی تھیں۔ وہ جس کے بارے میں سب نے طے کر رکھا تھا۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، فضیلت کے نہ دانت اندراج میں کے نہ مندرجہ ہو گئے۔ پھر کی مورت کے بے خی اور ہر جذبے سے عاری۔ جس پر کسی بھی حادثے کی شکنی کا اثر نہیں ہوتا۔

وہ فضیلت اب سرتیابیل گئی تھی۔ بھی بھی کسی آنکھوں والی فضیلت کے لیوں سے مکراہٹ نہیں بیٹھ کے لیے دیکھا چھڑا کے بھاگ گئی تھی۔ وہ بولائی بولائی کی سارے گھر میں، سب کی بے انتہائی سستی پھر تی توں ایک کامل ہونے لگا کہ اسے اشارے سے اپنے پاس بیٹھیں۔ اس کا سرچوم کرسدا سماں کرنے کی دعائیت ہوئے درحقیقت اپنے ہی دل کو تسلی دیتیں۔

”پڑا! پہنا اوڑھا کر“ تیرے سنجنے کے لین ہیں۔ نی نویں دہن کیا ایسے سر جھاڑ منہ بیاڑ چھرا کر لے۔“

وہ تو جواب میں یہ بھی کہنا شیں جانتی تھی کہ آخر میں سنوروں توکر کے لیے ستمحک کروں توکر کی

خی کی دل بھاٹھی خلائی کے بوجھ کے ساتھ ہجی نیڑیا میں میں کیا جواب دوں۔ آپ کو میں تب کچھ کہا کہ وہ اہل بھی اسی طبق جلال نے بھی تھے کہ کلیا تھا کہ وہ اہل بھی کی بات میں تو لے گا مگر ان کے نزدیکی کے ڈالے لعنی کو عمر پھر انھلئے نہیں پھرے گا۔ مال کی متاتے مدارجہ منت ہوتے جلال محمود نے اندر کئی تاریاں گرد کی تھیں۔ ادھر اس کا نکلاج ایک سلوٹ انسوب میں فضیلت سے پڑھایا گیا، ادھر اسی راست بلال نے کوت کی فلاٹ پکڑی اور ایک رقہ المکہتی کے بیٹے کے نیچے رکھ کے ہیٹھ بھیشہ کے لیے یہ گھر پھریا۔

”آپ کو نیکی کمانے کا شوق تھا“ میں آپ کا یہ شوق عرب ہبھر پورا کے رکھنے کا انتظام کر رہا ہوں۔ آپ اس رُب کی گھر میں کوہیش اپنی پاس رکھیں اور اپنی عاقبت سنوارتی رہیں۔ لوگوں سے واہ واہ سستی رہیں۔ مجھے ان بات کی پروانیں کہ میرے اس اقدام سے لوگوں کی تھوڑی میرے حصے میں آتی ہے یا لختہ لامات۔

میں کم از کم یہ الزام اپنے سر نہیں لیتا چاہتا تھا کہ میری فد کی وجہ سے آپ نے کوئی انتہائی قدم اٹھایا۔ اگرچہ یہ ہمکی میں بھی وے سکتا تھا، میری موت کے خوف سے آپ کو اپنا فیصلہ بدلتا بنت آسان ہو جانا مگر میں اس جذباتی بلیک میلانگ اور دھونس کا سلسہ جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ ماما جی نے مرتے ہوئے آپ کو آناش میڑا لالا۔ آپ نے اپنے مرنے کی دھمکی دے رکھنے آناش میں جلا کیا۔ گیا ضروری تھا میں بھی لیکا کرتا۔ آپ کی خواہش پوری ہوئی تھیں فضیلت کو ہو بنا کر آپ سرخو ہوئیں۔ اسے عمر پھر تھی کہ طرح یہنے ہجئے اور مجھے بھول جائیے۔ امید ہے اپنا وعدہ نو رہے ہونے کی خوشی میں آپ میری یہ خط امعاف کروں گے۔“

امیں بیٹے کے جانے کا جو صدمہ ہوا، سہول۔ مزید رکھو کی باتیہ تھی کہ کوئی انی کے غم میں شرک نہ تھا۔ کی کو ان سے ہدروی نہ ہگی۔ وہ سب رشتہ دار جو فضیلت کو دہن کے روپ میں دیکھ کر جیران تھے۔ ایک لٹک کے دلماکو یوں راہ فرار اختیار کرنے میں حق

”اہ جی! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اہل بھی دل بھائی آنکھوں سے بس انہیں دیکھتے رہے۔ لب ہلانے کی سکت نہ تھی مگر وہ بن سکیں، جانتی تھیں کہ یہ بس خاموش نظریں کیا التجا کر رہی ہیں۔ انہیں احسان ہونے لگا کہ صرف ان کی خود غرضی کی وجہ سے ہی کل کی آتی موت نے اس قدر بے درودی سے آج ہی ان کے بھائی کو چھین لیا ہے۔ ان کے دنوں انکار کی تاب نہیں لاسکا دے۔“

کسی کو اتنے اوکھے امتحان میں نہ ڈالے ایک لفڑ اولاد کی خوشیاں دو سری طرف مرے ہوئے جانے میں ایک بڑا وعدہ۔ میں جانتی ہوں، میں مجھ سے وہ کرنے کو کہ رہی ہوں جو بالکل غلط ہے۔ میں یہ بھی ہانتی ہوں، فضیلت کی تکرہ کو وہ میری بیٹی ہے بھی رہے گی۔ میں تیری آخری خواہش ضرور پوری کروں گی۔“

انہوں نے مرتے ہوئے بھائی کا ہاتھ تھام کے بعد کریا۔ اور اس عمد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے کیا کیا یہ بیٹے، یہ صرف وہی جانتی تھیں۔ بھی اپنے شوہر کے آنکھ کو کروائیں۔“

”میں نے آپ سے عمر پھر کچھ نہ مانا“، میری ساری زندگی کی وقاویں اور خد متوں کا یہ لہ اگر اس طرح دے سکتے ہیں تو دے دیں، ورنہ باقی کی سانسیں بڑی انتہتی میں گز رہیں گی۔ بھائی کی تفعی کے آگے شرمندگی ساری حیاتی پیچھا نہ چھوڑنے گی۔ میں تو اس کا سامنا کرنے کے خوف سے مرنے سکوں گی۔“

”اور میں جو بھائی کے آگے شرمند ہوا تھا میمونہ کے لیے بات کر کے، تب اسی بیٹے کے لیے تو نے اگر کہا تھا کہ کہاں میرا شزادہ بیٹا اور کہاں یہ دسویں پاس۔“

”تو کتنا کھور سے جلال اور تیرا سکا ماما تحمل نہ وعددہ بھلا سکتی ہوں مگر پھر اس وعدہ خلائی کے بوجوئے سا تھی تھی نہیں سکتی۔ میں معافی مانگنے اپنے دیکے پاس چلی جاؤں گی۔ اسے دکھاؤں گی کہ میں کتنی بھی ہے۔“

انہوں نے جب بار بار مرنے کی دھمکی دی۔“

”مجھوں ہو گیا لیکن اس کے طل میں کیا تھا؟“ اس نے بھی تا اتفاق تھی۔ جس طرح انہوں نے دھمل شا

خاطر، تکر تکر بس ان کا چھوڑیجتی رہی تو ان کا لیکچہ پچھل گیادہ اسے سینے سے لگا کر سکر دیں۔

”بد نصیب کو تو گلہ کرنا بھی نہیں آتا۔ نہ نصیب سے نہ ریب سے اری، تو پسے اوڑھے گی تو اس مل کے دل کو تسلی رہے گی مجھے یوں اجراد کیکہ کر میرا افل ہونے لئے لٹکے بڑے بڑے ہم ستاتے ہیں۔“ اور وہ فوراً ”اٹھ کر اپنے کرے میں چلی گئی وہ کرو جو جلال کا تھا، ان دنوں کا ہوتا تھا مگر اب صرف اس کا تھلک تقریباً پندرہ میں منٹ بعد جب وہ نکلی تو اماں جی اسکے کچھ کرے ساختہ مسکرا اٹھیں۔

لال بو کیدی کی قیس کے ساتھ ساشن کی شلوار اور جالی کا گولے کناری والا دوپٹہ، مانتے سونے کا لال موتویں والا بڑا سائیکا، گلے میں الہی کاریا ہوا سونے کا سست لڑا، ایک ہاتھ میں سرخ مینا کاری والی کانچ کی چوڑیاں، دوسرے میں اس کی مل کی نشانی، وہ موٹا سا سونے کا لکنکن، ہونٹوں پر گھرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک اٹاڑی پن سے ٹھوپی ہوئی۔ آنکھوں میں سرے کی بھاریاں گرد پہاڑوڑ۔

اچانک اپنے کرے سے لکھتی میمونہ کا مستخرانہ قلعہ ان کی مسکراہٹ کو دیو خنکا۔ ”یہ بھاہی کو بیٹھے بخانے کیا ہوا۔ نکاح کا بودا اپن کے پھر رہی ہیں۔“

فضیلت نے رنگ سے اس کے بنے سورے و جود کو دیکھا۔ مقیش کے نیس کام سے بھرا جا رہ کا ہلکا بیز سوت اس کے بھرے بھرے بھرے جسم اور درازقد پہ بہت نج رہا تھا۔ بیز گینوں والا ہلکا سا نیکلس سیٹ گوری رنگت پر اٹھ رہا تھا۔ اس کی نفاست سے کیا میک اپد شیپوسے دھلے ملکے رہی بل۔ اگرچہ وہ کم پڑھی لکھی تھی گزدانے کے ساتھ چنان جاتی ہی پھر حسن بے پناہ تھا جسے نکھارنے کا سے سلیقہ تھا۔ بھر شادی کو جواری بیچ لہوئی ہوئے تھے مل جی نے ناگواری سے اس کے قیسے کو نظر انداز کیا۔

”مہوا! تمہاری طرح یہ بھی اس گمراہی دلمن ہے۔ اسے بھی بیا ہے ہوئے سمل بھر بھی نہیں ہوا۔ لے

بھی سکھار کرنے کا انتہائی حق ہے جتنا تمیز ہے۔“ ”میں نے کب انکار کیا مالی جی؟“ وہ سمجھا۔

بولے۔

”میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دلمن سکھار لے اچھی لگتی ہے مگر جب کوئی سراہنے والا ہو۔ آئی کتنی ہیں، عورت کا بہاؤ سکھار اس کے مروک کر کہہ ہوتا ہے۔“

”اللہ رکھے، فضیلت کا مرد بھی زندو سے خدالات بھی حیاتی دے۔ شرم نہیں آتی جنمے، لکھنی بھی نہیں ہے منہ بھر کے ایک باشیں کر جاتی ہے۔“ وہ غصب تاک ہو گئیں۔

”آپ بیلت کو غلط رنگ کے رہی ہیں۔“ وہ پر ٹھنڈے کرنے کرے میں چلی گئی۔ جمل کمل سے نجلائے کر دھنگ میں شکایت کی گئی۔

”میں جی! آخر آپ اپنی بھتی کی خاطر کس کس ادل توڑیں کی۔ خدا کا داسط ہے گمراہی کا حاذ آرالیست شروع کریں۔“ وہ اگلے ہی پل جواب ٹکی کے لیے ان کے سر پر موجود تھا۔

”کیسی حاذ آتی۔“

”آپ گمراہیں گروپ بندی کر رہی ہیں۔ میمنہ آپ کی سرال سے آتی ہے اور فضیلت آپ کے میکے سے ایک آپ کے بھائی کی بیٹی، جس بھلائی کی خاطر آپ اپنی اولاد کو کچھ نہ بھتیں ہیں بعد میمنہ جی شہاں کی بیٹی جس سے آپ کی بھی بیٹی نہیں۔ ایک بنا کی پسند دوسری خالفتا“ آپ کی ذاتی پسند۔ اما تو یہ نہیں، آپ اپنی من پسند بھوکو من ملی کرنے کی ملکا چھوٹھے رہی ہیں۔“

”کیسی من مالی۔ وہ بے زبان کمال کی کوچھ کہتا ہے۔“ وہ اتنے دھیر سے الزامات میں سے ایک پیدا اعتراض کر سکیں۔ ”لٹاٹب کے سو کام سنواردا جہہ یہ تمہاری دلمن، چھ مینے ہونے کو آئے کہ اور کے لئے تو یکا خود اپنے لیے چائے کی ایک بیانی کے بنا نے کی رو اوار نہیں۔ یوں ہے ہے تمہاری جسے ہے۔“ ”غمائے، کھلانے پلانے باہر لے جاتے ہو۔“

تمہارے کلف والے کپڑے ساری روپ پر بینہ کروہ استری کرتی ہے جو لقول تمہارے اس کھریں من مانی کرنی پھر رہی ہے۔

چھریہ پلی بار نہیں ہوا، جب بھی اس پر انگلی اٹھتی، اماں جی فوراً دھعل بن جاتی۔ ایسی بات کہتیں کہ انگلے کی زبان پنڈ ہو جاتی۔ اب یہ پتہ نہیں کہ ان کی محبت بھی یا اس پر کیے گئے اعتراضات انہیں اپنی ذاتی الزام کی طرح محسوس ہوتے تھے، اس لیے مراحت کر بینہ تھیں۔

دو سالوں گزرے کے لیے بھی انگلی میونہ سرکی پسند سے آئی تو لئی سراسر بلال کی اپنی پسند تھی۔ اسی بھی اب کسی بھی اولاد پر اپنی پسند تھوپنے کا اختیار کھو بینہ تھیں۔ لئی کوہہ یا کرانا تو نہیں چاہتی تھیں مگر بلال جو جلال سے بڑھ کے صدی اور کمال سے زیادہ منہ بچت تھا، اس کے منہ کیا لگتیں۔ لئی یونیورسٹی کی ردمی ہوئی تھی، ایک اسکول میں پڑھاتی بھی تھی۔ قیچن ایبل، مٹورن اور ملازمت کرنے والی بولاں نے کارے میں بھی اسے دیکھ کر خطرے کی تھیں، بھی منہ صرف نہ سامانی بلکہ وہ وور الی کی خدمت میں بھی پیش پیش رہتی۔ رازی کی مکمل بیڑیت کے دوران فضیلت نے اس کا پورا پورا خیال رکھا پھر بعد میں بھی نہ صرف رازی کی مکمل ذمہ داری المدحی اور فضیلت نے اپھائی بلکہ وہ وور الی سے بوجھنہ لگانے دل میں بھی اسے دیکھ کر خطرے کی تھیں، بھی منہ صرف نہ سامانی بلکہ تعلیم، خاندان اور رہمن سکن کے لحاظ سے بھی اس کے مقابلے میں نمایاں نظر آتی تھی۔ البتہ حیرت انگریز طور پر میونہ کو کسی خاطر میں نہ لانے والی تھی کا رویہ فضیلت کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ ابتدائی دنوں میں ہی اس نے کرید کرید کے اماں جی سے ساری تفصیلات جان لی تھیں اور دیگر لوگوں کی طبیعہ افسوس کا انعام کرنے کے بجائے ہمدردی حاصل کی۔

فضیلت کی اب اپنی مصروفیات تھیں۔ اس سے بڑے ہی نامحسوس طریقے سے خود کو اس گھر کا غصہ ادا کار کدر کرن بنایا تھا اور یہ سب لمال جی کی شورنگی کو شوون کا نتیجہ تھا۔ ان کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ فضیلت مصروف رہے گی تو اس کا دھیان اور رادرم نہیں بلکہ چاچنے سے محفوظ رہے گی۔ اب تو وہ بھی اس زندگی سے مطمئن ہو گئی تھی یا مطمئن نظر آئنے کی ایکٹک کر دی تھی۔ لوگوں کو تو اس کا اطمینان بھی کھلتا تھا۔ اکثر ہر کام میں شامل رہنے سے وہ خود کو شوہر کی غیر مودودگی میں بھی پر ایسا یا محسوس نہیں کر سکی۔ اسی لیے اپنے پن کا احساس دلاف کے لیے وہ اسے برا ذریبات میں اوڑوزے ڈالتیں۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ جتنا گھر کے کاموں میں فعال رہے گی دوسروں کو اس کا جو دبھاری نہیں تھا گھا اور بھی ہوا۔ میونہ جسے فضیلت کا بے ضرر تھوڑی طرح کھلتا تھا، اب مصلحت "خاموش" ہو گئی۔ رازی پیدا ہونے والا تھا، تب بھی اس کے مکمل بیڑیت کے دوران فضیلت نے اس کا پورا پورا خیال رکھا پھر بعد میں بھی نہ صرف رازی کی مکمل ذمہ داری المدحی اور فضیلت نے اپھائی بلکہ وہ وور الی کی خدمت میں بھی پیش پیش رہتی۔ رازی کا لوٹکوئی کام اسے بوجھنہ لگانے کے مکالم چوم چوم کر بے حل ہو جاتی۔ اب تو کسی اور کام میں اس کا جی بھی نہ لگتا۔ پھر میں کھاتا پکارہی ہوئی، تب بھی سب چھوڑ چھاڑ کر اس کے ساتھ لاذ کرنے کوئی چاہتا۔ رازی کے لیے اس کی دیواری کی بعد میں، حدیثہ، شسل، کوئی اور لئی کے اپر تکے کے بیٹھوں اسجد اور اطہر کے آنے کے بعد بھی برقرار رہی۔ رازی بھی دوسرے سب بچوں کی نسبت اس سے زیادہ قریب تھا۔

صاحب نے آخر فضیلت بھا بھی میں کس چیز کی کی تھی۔ میرے خیال میں تو اب کافی ملہ بہت اچھا تھا۔ اس گھر کو بڑی بھوکے طور پر ایسی، ہی نیمہ دار پر خلوص اور محبت کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی۔

سنبھالتے ہوئے فضیلت کی کئی راتیں جاگ کر گزریں۔ نوزائیدہ بچوں کو نہلانا، دھلانا، پوتے فضیلت کے ساتھ بھی دیکھ کر مطمئن تھیں۔

جنیت سے اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں واپس آؤں تو مجھے سے پہلے طلاق نامہ سال پہنچے گا۔"

تب وہ چپ کی چپ رہ جاتیں، جلال سمجھ جاتا۔ انہیں بیٹھے سے الگ رہنا کو ارادہ ہے مگر اس سے تعلق توڑا منتظر نہیں۔

غارفہ کی شادی کے کچھ عرصے بعد جلال نے مگر فون کر کے معراج سے اپنی شادی کی اطلاع دی۔ اب المدحی نے ایک اور حربہ انہیا۔

"اب تو تو نے من پسند جگہ شادی کر لی۔ یقیناً ہے عورت تیرے معیار کے مطابق ہو گی۔ تیرے ساتھ پچھتی ہو گی۔ تو اپنی زینا میں اپنے بیوی پچول کے ساتھ خوش رہ۔ تیری ماں کی تو بھی دعا ہے۔ بس بھی بھی میں کو شکل دکھا جایا کر۔ میری یہ غلطی معاف کر دے پیٹا! میری سزا خشم کر دے۔ کہیں تیرے کا بھی طرح میں بھی بچے دیکھے بغیر ہی نہ مر جاؤں۔ اب فضیلت کا بھلا کیا جو دو اس کا تیری ہستی بستی زندگی میں کیا وخل۔"

"دخل کیوں نہیں؟ اس کے وجود کا لئکا سا احساس بھی میری ازدواجی زندگی میں نہیں کیا۔ اس کے ساتھ جلال میں اس کا تیری ہستی بستی زندگی میں کیا۔"

میرا واحد جذباتی سمارا ہے۔ اس نے میرے شہاد جو دو کو سنبھالی۔ میں اسے دکھ نہیں دیتا چاہتا۔"

"سید گی طرح یہ کیوں نہیں تھیں تھیں۔ اولاد کرنے کی سرمکھی کی طرح نہ ڈھانے کا طرف نہیں تھیں۔ اولاد کرنے کی سرمکھی کی طرح نہ ڈھانے کا طرف نہیں تھیں۔ اس کی غلطی معاف کرنے کا طرف نہیں تھیں۔ آپ اسے گھر سے نکل باہر کریں، میں آجھاؤں گل۔"

"بہوان جہاں لڑکی کو کہاں دھکا دے دوں، کچھ تو خیال کر جانل۔ اتنے اس سے تعلق توڑا یا ہے گھر شرعی رشتہ تو ہے۔ وہ تیری نکاحی بیوی ہے۔ اس گھر کا بڑی بھوپے اس کی عزت، ہم سب یہ فرض ہے کہ اسے زیانے کے دھکے کھانے کے لیے جھوڑ دوں۔"

"تعلق ہونے۔ یہ تعلق میں ایک سیکنڈ میں توڑ سکتا ہوں اور کسی میری واپسی کی شرط ہے۔ وہ بچھے سے دور ہو کر الگ رہ کرے شک میری بیوی کملاتی رہے بچھے اعتراض نہیں لیکن میں اس کے شوہر کی مگر وہ لب سے رہتیں۔ انہوں نے کمال غبطہ کا منظا ہو۔

اماں جی نے بھی صبر کی پکلن لپیٹلے۔ انہیں پتہ تھا کہ کمال اور جلال کا بڑے بھائی سے مسئلہ رابطہ ہے مگر وہ لب سے رہتیں۔ انہوں نے کمال غبطہ کا منظا ہو۔

وہل تشكیر تھا "میونٹس تھی محبت تھی۔"
"تھی! تھیں میرا کتنا خالی ہے۔"
"رکھنا پڑتا ہے بھائی آ" وہ عجیب سے انداز میں
سکراتے ہوئے کرے سے نکل گئی۔

اس نے پلیٹ آگے بڑھائی تو فضیلت کو مجبوراً
اکٹھ کاٹا ہوا پڑا۔ سچ تھا کہ وہ بھوکی تھی مگر یہ بھی
حقیقت تھی کہ اسے بھوک کا کوئی احساس نہ ہو رہا تھا،
نہ ہی کچھ کھانے کی طلب تھی۔ ہل البتہ ناہتہ بے
مد حسوس ہو رہی تھی۔

اور پھر ایسا جی بھی نہ رہیں۔ جلال کے جانے کے
بعد جوڑھائی برس کا عرصہ انہوں نے گزارا۔ وہ دل کی
تکلیف، ہلی بلڈ پریور ریڈھ کی ہڈی کے فریچھے،
مخدوری اور دیگر تکالیف کے باوجود ان۔ اتنا انہم
نہیں گزرا ہو گا، جتنا کہ فضیلت۔ گزر۔ اس نے لف
کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا کی تھی مگر ان کے
مل کے شیئے میں جو بال آچکا تھا، وہ کسی طرح دور نہ
ہوا۔ ان کی دیکھ بھل اور تیارداری کے ساتھ ساتھ
ایک گھر کی ذمہ داریاں بھی پہلے کی نسبت بہت جکی
تھیں۔ پچھے پڑے ہو گئے تھے، ان لحاظ سے ان کے
کام بھی۔ یہ میونٹس جو ہلے مارے باندھے اپنے ہے کا
کام کرنا شایستہ تھی، وہ بالکل ہی اور پرانے پورشن گی ہو کے
رہئی تھی۔

فضیلت سے لال جی کی بذریعی اور ان کی معنوں کی
لے اسے بے موت کروایا تھا۔ اب س کا لحاظ یا ذر تھا
جو وہ فضیلت سے کوئی رعایت رواز کرتی۔ اس کا رویہ
دن بدن خراب ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اسے ملازمہ کا درجہ
دینے سے بھی نہ چوکتی تھی۔ لتنی تو شروع سے ہی اپنی
چلب کی وجہ سے گھرلو کام کل ج سے الگ تھلک رہتی
تھی۔ اس کے ہے کے کام فضیلت، بخوبی انجام دیتی
تھی۔ اب بھی بھی معمول تھا۔ تین فضیلتوں فضیلت
نہ رہی۔ ایسی تھی نے اسے جو ہلے رکھا تھا، اس کی
دلی ہوئی شخصیت کو اپنی محبت اور تحفظ سے جو انکو
بچن رکھا تھا، اسے کھوئے ہی وہ اداویل ہو گئی۔ اسے
انہا وجود اس گھر میں اصلی اور بھرتی کا لال۔ ایک لگے
بندھے معمول کی طرح دلن، بھر پانے کام نہیں تھی
کسی ستائش یا ملے کی تھتا کے۔ اسی کی جذباتی
وابستگی بھی اب صرف رازی سے ہی بلیں رہی تھی۔

"دکھ کے نہیں گھر اس میں آپ کا کیا تصور۔ سب
کے سامنے لن سب حالات کا ذمہ دار وہ آج آپ کو
ٹھہر لے رہی ہیں۔ کیا آپ نے خود جلال بھلی سے شلوٹ
کی تھی۔ یہ فیصلہ غلط تھا یا درست؟ یہ فیصلہ کرنے والی
خود ایسی تھی تھیں۔"

"ہل مگر۔ وہ زکن میں الفاظ ترتیب دینے کی۔
کسی سے بھی اتنی تفصیل اور وضاحت سے متفکرو
کرنے کی وہ عاری نہیں رہی تھی۔"

"وراصل لیتی! میرے بابا۔" وہ ان کی خواہش
تھی کہ سیں الی جی کا کیا تصور ہے جلال بھی
ٹھیک تھا۔ اب وہ نہیں رہے تو ایسی تھی کے مل
مکر۔ میرا مظلوم سے نہیں، وہ ایسی تھی۔ وہ
سے ربط انداز میں کہنے لگی۔ لتنی آتا کے اٹھ کھڑی
ہوئی۔

"تین تو صرفیہ کرنے آئی تھی کہ اپنے بھر مغمولی
سے جمازی۔ سیں الی جی کی نظریوں کے ساتھ ساتھ
ان کا وہ بھی مہنہ بدل جائے جو انہوں نے کیا تھا۔ عمر بھر
آپ کو اس گھر میں رکھنے کل یہ گھر آپ کا بھی اسماںی
ہے، جتنا میونٹس بھائی کا اور پھر بھلا آپ کے بغیر ہم
سب کیا کریں گے، نہ کمر کسے جلے گا، پچھے کیسے"
لاروں میں کہتے کہتے رکھئی۔ زبان دانتوں تک
ناکر اسی نے بھانٹنے کے سے انداز میں اس کی جانب
وہ کھا کر نہیں تھیں کہ رسائی تو نہیں پائی تھی۔

جلال محمود کے کرے میں آئے پر مجبور ہوا جو کہ امل
جی کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔ ان دونوں کا بیڈروم
میونٹس نے رازی کے لئے سیٹ کروالیا۔ بعد منی گھر
میں اور بھی کمرے تعمیر ہوئے۔ سب ہی بچوں کی
سوالت کے لحاظ سے مگر فضیلت کے حصے میں یہ اشور
تیا، جمل مگر کے فالتو بے کار مسلمان اور کاشمہ کباڑی
طرح اسے بھی ڈال دیا گیا تھا۔

اچانک دروازے پر ہونے والی درست نے اسے
جونکار دیا۔ وہ ہر بڑا کے اٹھ یہ تھی۔ اس اشور میں نہ کوئی
کھڑکی تھی، نہ جھرمی۔ کہ کسی طرح وقت کا اندازہ
ہوا تا۔ وہ بس فجر کی اذان سے صبح ہوئے کا اور مغرب
کی اذان سے شام ہوئے کا اندازہ کر کے کرے سے
نکل آیا۔ وہ ہر بڑا کے اٹھ یہ تھی۔ دار اس اشور میں نہ کوئی
پھر لے رہا تھا۔ وہ اسے مسجد ہوئے کا اور مغرب
جانب جلال محمود کی جو اس مرگ کا پہنچا کیا جاتا،
وہ اس کی پریلیک میں اپنے ہوڑے کے دور رہ کر زندگی
میں اس کا سب بھی فضیلت کو قرار دیا جاتا اور ایسا
پہلی بار ہوا تھا کہ ایسی جی اس کے آٹھ کے ڈھنل نہ بیس
بلکہ ان کی بوڑھی نہ تاک آنکھوں میں بھی پچھتائے
کے گھرے رنگ تھے۔ لتنے سالوں سے اپنے ہر دکھ
سکھ کا اظہار فضیلت سے کرنے والی لیلی جی نے ایک
بار بھی اسے سینے سے لگا کر قلی نہ دی تھی۔ سب کے
ساتھ برطاؤ سے جلال کی لون کہ کر پکارنے والی اب
اسے جلال کی بیوہ نہیں ساتھ قرار دے رہی تھیں۔
پورے دو روز ہو چکے تھے انسیں اسے مخاطب
کیے وہی بھلئے بھلئے سے ان کے گرد منڈلائی
رہی۔ جمل ان کے نوٹے اس کا دل کر لارے تھے،
وہیں ان کی لا تھانی اور گرین بھی اسے چلے جا رہی تھی۔
اپنے کمرے کی بنی تاریکی میں نیکی پر مدد ہائے لتنی
فضیلت نے اسے آنسو صدق کیے۔

"اہل جی! بھائی، اکیا آپ انسان نہیں، آپ کو کھلنے
پڑنے کی حاجت نہیں۔ وہ اندر آئی۔"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن موقع ایسا ہے، فضول میں
باتیں نہیں کر۔"
"کوئی بھائی، اکیا آپ انسان نہیں، آپ کو کھلنے
پڑنے کی حاجت نہیں۔ وہ اندر آئی۔"

جلال کا کمروں کے تصرف میں بکریوں تک سال ہی
رہا۔ میونٹس کی نظر تو کب سے اس تھے تھی۔ اس نے
بچوں کے بڑے ہوئے کا بہانہ کر کے کمروں کی ایسی
فعیل سورے ملٹے سے ہی آپ کی پریہ بھر شروع
کے گھرے کے ساتھ واٹے کرے میں رہتا تھا، پچھے
وجائے گی۔"

کرتے ہوئے خود پر جلال کا نام تک لیا حرام کر لیا۔
آخر کار بارہ سال بعد یہ مبرکی دیوار ڈھنے تھی اور اس
زوردار دھمک کے ساتھ نہیں بوس ہوئی کہ اس کی
دھمکے فضیلت بھی تھرا تھی۔

کسی کو گھنٹے تک سہنے تھا کہ جلال محمود اپنی صد کا انتہا پکا
نکلے گا کہ اپنی دھمک عزم بھرنے دکھانے کا عدد بھلے تے
ہوئے اپنی موت کی خبر بھی دو دن بعد پہنچنے کا انتظام
کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گا۔ پورے گھر میں
جوتکار دیا۔ وہ ہر بڑا کے اٹھ یہ تھی۔ اس اشور میں نہ کوئی
کھڑکی تھی، نہ جھرمی۔ کہ کسی طرح وقت کا اندازہ
ہوا تا۔ وہ بس فجر کی اذان سے صبح ہوئے کا اور مغرب
جانب جلال محمود کی جو اس مرگ کا پہنچا کیا جاتا،
وہ اس کی پریلیک میں اپنے ہوڑے کے دور رہ کر زندگی
میں اس کا سب بھی فضیلت کو قرار دیا جاتا اور ایسا
پہلی بار ہوا تھا کہ ایسی جی اس کے آٹھ کے ڈھنل نہ بیس
بلکہ ان کی بوڑھی نہ تاک آنکھوں میں بھی پچھتائے

وہ دیگر بچوں کی نسبت اسے اہمیت بھی دیتا تھا جبکہ باقی پچھے اس کھلپو طازہ سے زیاد درجہ دینے پر تیار نہ تھے۔ اگر اہل جی کا لگاؤ اس سے پہلے کی طرح برقرار رہتا تو شاید گھر کا ماحول آج اس کے لیے کچھ اور ہوتا۔ مگر ان کی بے گناہی اور بے رُخی نے رُخی کے لیے کھلپو کا ماحول میونہ کے ساتھ ساتھ بچوں کا رویہ بھی کھلپو کھلا ہٹک آئیز پڑا تھا۔

ان کی وفات کے بعد تو گھر پولو حالات نے کچھ اس تیزی سے پلانہ کھایا کہ اسے گھر کی دیواریں خود پر ٹک پڑی محسوس ہوئے تھیں۔

میونہ نے ساس کے مرنے کے بعد ورن بھی انتقال نہ کیا اور گھر پار علیحدہ کرنے کا مطلب کروایا۔ البتہ کمال میں ابھی دنیاداری اور لحاظ بالی تھا۔ سواس بحث میں روڈھائی سال گزر کے پھر ہوا وہی جو میونہ چاہتی تھی۔ دونوں بھائیوں نے اس گھر کا اور دکانوں وغیرہ کو بچ کر اپنا اپنا حصہ الگ کیا۔ نئے گھر ایک ہی اپیانیں منتخب کیے گئے۔ شفت ہونے سے پہلے فضیلت کو ساتھ رکھنے کا مسئلہ اٹھایا گیا۔

”ہل تو ٹھیک ہے۔ آپ یہ رشتہ بھائیں میری طرف سے مذخرت ہے۔ میں ان سے معنی رشتوں پر لیتھن نہیں رکھتا۔ آج کے دور میں شکے بن بھائیوں سے ہی رشتہ بھجے جائے تو ہری بات ہے۔ ان حالات میں یوں پچھے پل جائیں تو وہ بھی بہت ہے۔ ثواب کمانسو الادقت اب نہیں رہا بھائی صاحب!“

”بلال! اتنے خود غرض ہو کے نہ سوچیں۔“ اب تک چب تیجی لٹنی کہہ ائمی۔

”بھائی کا بے ضرر و جود اتنا بھاری نہیں۔ اتنے سالوں سے اس گھر میں ہیں، آخر سب نے دکھ رکھا فضیلت بھی لئی اور بلال کے نئے گھر میں منتقل ہو گئی۔ اس گھر میں اس کی زندگی کے سڑہ سال گزرے تھے۔ اسی گھر میں وہ سماں نہیں اسی گھر میں ابھاگن۔ میں اس نے رشتے پائے۔ یہیں کھوئے سب سے زیادہ تکلیف وہ چیز رازی سے الگ ہونا تھا۔ خدا نے اسیں رازی اور رکھا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا حق ختم ہی ہو گیا۔ چلیں ان کو نہ سی۔ ان کے صدائے ہم فضیلت بھائی کو ان کا جائز حق توڑے سکتے ہیں۔“

”تو یہیں اسے نئی پڑھائے گی۔“ میونہ ترپتی تو وہ بلال بھائی کی منکودہ بھی اس حیثیت سے اور اس خاندان کی عزت ہونے کے ناتے اس نے اپنی اوقات نہ ہوتے ہوئے بھی اتنے سال یہاں راج ہیا۔ اس کے دراثت حق کا مسئلہ اٹھا رہی سے ارت تھا۔ بستھیں نے بھی پڑھ رکھا ہے۔ جس کا شوہر مر رکھا۔ نہیں اسے یوں تسلیم نہ کیا ہو تو باقیوں کا کیا فرض بنتا ہے کہ اسے خانوادہ پکول پہنچا ائمیں۔“

”بھائی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔“ بلال نے تائید کی۔

ویسیتِ سامن سے لدے ڑک میں جگہ بنا کے بیٹھ گئی۔ ۲۷ کے پیچھے پیچھے بلال کی مزدا آرہی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر نئی سکر اتنی بُنی اس کے ساتھ تھی جب کہ پیچھے احمد اور اطیر تھے۔ گھر جا کے ایک اور حریت فضیلت کی منتظر تھی۔ اسے اشور میں منتقل کیے جانے والے سب سے زیادہ احتیاج بُنی نے کیا تھا۔ تب خود نہیں کھیں گھر اس کے سوا اہل جی بھی اس حق میں نہیں کھیں گھر اس کے سوا چارہ بھی کوئی نہ تھا۔ بعد میں بھی وقتاً ”فوتا“ بُنی اس سے ہدری کا اٹھا کر تھی۔

”توبہ خد ہے بے جسی کی سب آرامہ کروں میں عیش کر رہے ہیں۔ ائمہ کنڈیشنر چلا کے ہر ماہ ہزاروں مل دیا جاتا ہے اور آپ کو اس ڈرتبے میں ڈال رکھا ہے جملہ نہ کھڑک نہ ہو اکا اور کوئی انتقام۔“

کبھی میونہ پر اڑا مرمکھا جاتا۔

”سب میونہ بھائی کی چال بے نجل نے کس پتھر میں دھلا ہے ان کا دل سو دسوں کو تکلیف میں دیکھ کر راحت ملتی ہے انہیں۔“

کبھی اہل تھے قنفر کرنے کی کوشش کی جاتی۔

”آخر لام جی بھی تو آپ کو ائمہ کرے میں رکھ سکتی ہیں۔ مگر اپنی بیٹی کا بھی تو خیال رکھا ہے انہیں جو ہر سپتھے رہنے آتی ہے اور ان ہی کے کمرے میں کھملی ہے سچ ہے۔“ بیٹی ہوتی ہے۔ بھوہو ہوئی ہے۔ آپ ان میں پچھاں پار نیچے اتر گران کی سیوا کرنے آتی ہیں۔ نیچے اپنے کمرے میں ٹھہرالیں اہل جی تو آپ کا بھی بھلا کان کا بھی۔“

وہ ہر یار سر جھنک کے سکرا دیتی۔ اس کے نزدیک لبی کا یہ ترد دھن اس کی فضیلت کے لیے ہدری اور خلوص تھا، اور آپ اس ہدری اور خلوص کا وہ عملی مظاہرہ دیکھ رہی تھی۔ ایک کنال کی کوئی کا ایک وسیع رقبہ لالان پر مشتمل ہونے کے باوجود ہائی عمرت بھی اندر سے کم کشانہ تھی۔ بُنی اور بلال کا بند روم گھر کا ذرائع اس کا انتظار کر رہا تھا۔ یہی کے پورشن میں اس کرے کے علاوہ جدید اشائیں کالاؤن نیچے قائمی اشیاء سے آرائتے ڈرائیک روم ڈائینگ ہل، اشور

اں میں کوئی نہیں اٹھا رہی۔ صرف اٹا کہہ رہی ہوں کہ اگر ہمارے یا آپ کے پاس رہیں گی تو ہمارے بچوں کا حق نہیں کھایا گی۔ اپنے حق کا ہی کھائیں گی۔ ویسے بھی بھائی اتنی سادہ مزاج بلکہ کم عقل ہیں، انہیں بھائی اتنی سادہ رکھنے پر تیار نہیں جبکہ میونہ نے پہلے ہی صاف انکار کر دیا تھا۔ میونہ میں ٹھوٹ بھوٹ فضیلت ہے تاڑھری کے ساتھ اسے وجود کو مزید بہ حیثیت ہو تو یہ کھی دیا اور اگلے فضیلے کی منتظر تھی۔

”وہ ہماری بامول زاد بھی تو ہے۔“ کمال نے کہا۔

”آپ اگر یہ اور دسری طرف یہ بھی خدا شے ہے کہ وہ ناطہ تھوٹیں میں نہ چلی جائیں۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی بذیت قسم کا رشتہ دار انہیں اسے مقاصد کے لیے استعمل کرتے ہوئے مقدمہ وغیرہ تجویز کر سکتا ہے۔“

اس نے ایسا نکتہ پیش کیا کہ بلال تک سوچ میں پڑ گیا۔ ”جو بھی ہے، مجھ سے وہ عورت براشست نہیں ہوتی۔“ میونہ نے سر رہا۔

”تو ٹھیک ہے، ہمارے ساتھ رہیں گی۔“ لٹنی نے فیصلہ نہ دیا۔ بلال نے کچھ کہنا چاہا۔ پھر مصلحت ”کچھ سوچ کرنا گوارانداز میں منہ پھیکر کر رہا۔“

”بھائی کا بے ضرر و جود اتنا بھاری نہیں۔ اتنے سالوں سے اس گھر میں ہیں، آخر سب نے دکھ رکھا فضیلت بھی لئی اور بلال کے نئے گھر میں منتقل ہو گئی۔ اسی زندگی میں ہی خود اپنی مرضی سے اپنا دراثت حق چھوڑا تھا۔ ان کے بعد ان کے یوں بچوں نے بھی اپنی رابطہ نہیں رکھا۔ ہی کوئی مطالبہ کیا۔ خدا نے اسیں اتنا نواز رکھا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا حق ختم ہی ہو گیا۔ چلیں ان کو نہ سی۔ ان کے صدائے ہم فضیلت بھائی کو ان کا جائز حق توڑے سکتے ہیں۔“

”تو یہیں اسے نئی پڑھائے گی۔“ میونہ ترپتی تو وہ بلال بھائی کی منکودہ بھی اس حیثیت سے اور اس خاندان کی عزت ہونے کے ناتے اس نے اپنی اوقات نہ ہوتے ہوئے بھی اتنے سال یہاں راج ہیا۔ اس کے دراثت حق کا مسئلہ اٹھا رہی سے ارت تھا۔ بستھیں نے بھی پڑھ رکھا ہے۔ جس کا شوہر مر رکھا۔ نہیں اسے یوں تسلیم نہ کیا ہو تو باقیوں کا کیا فرض بنتا ہے کہ اسے خانوادہ پکول پہنچا ائمیں۔“

اپنے بیٹے کے جوان ہونے کی ہوتی ہے اسجد اور اطہر
بھی بڑے ہو رہے تھے
عارفہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ اسلام آباد
تھل ہو چکی تھی۔

* * *

”اتا عرصہ ہم نے یہ ذمہ داری بھائی ہے لور خدا
گواہ ہے، بڑی خوش بیل سے بھائی ہے، اب بھی
جبوری ہے ورنہ بھال سے مجھے اتنا لگاؤ سے کہ میں
انہیں خود سے اور اپنی قبیلی سے الگ کرنے کا تصور بھی
ہیں کر سکتے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اس وقت جب
آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ خوبیلاں بھی بھال کو ساتھ
رکھتے پڑیاں تھے، پہلے میں تھی جس نے سب کی
مخالفت مولے کر اسیں اپنے گھر میں رکھا۔ اب
میری بھوری ہے، آپ کو تمی اپنا فرض بھانا
چاہیے۔“ لبندی والا مل بوئے رہی تھی۔

”تم نے پہلے اسے اپنی ذمہ داری سمجھا تھا اسے اب
بمحنت ہیں سنہ پہلے اس کی خدمت یا خیال ہم پر فرض
تھا، اب بھی ہمیں سے دلوں الفاظ میں لہا۔“

سات سال بعد، ایک بار پھر وہ بھن میں موجود انہی
قامت کا فعلہ سننے کے انتظار میں تھی، فرق اتنا تھا کہ
سات سال پہلے ایک ہستی، لبندی اس کے حق میں تھی
اور آج۔ آج کل اسے قبیل کر لئے پڑھتا رہے تھا۔

لبندی کی بیشہ سے خواہش تھی کہ وہ کسی لا سرے
ملک امریکہ، کینیڈا، لندن یا کمیں اور شفت ہو جائے
ماکہ بچوں کا مستقبل محفوظ ہو۔ احمد کو کینیڈا کی
پیشور کی میں لیڈ میشن مل گیا تھا۔ لبندی نے موقع
نشیست جان کر اپنی فری کے ذریعے اپنی کیا اور اسے
بھی قبیل کے ساتھ ایمیکریشن مل گیا۔ اب وہ پوری
قبیل کینیڈا شفت ہونے کے لیے مرتوں پری تھی۔

بلال نے پرس و اہم اپ کر لیا تھا۔ تم کا تیقی فری پر
بک ہو چکا تھا، لبندی کا رائے بغلہ فروخت کرنے کا نہیں
تھا، اتنے اربالوں اور شوق سے ہٹائے گئے کوہ کراں
داروں کے حوالے بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے

روم، اور بھن تھا، اور کے پورش میں اسجد اطہر کے
کمرے۔ ایک گیٹ رومن جو ہر سولت سے مرتین
کر کے صرف مہمانوں کے لیے لاک کر دیا گیا تھا،
اسٹڈی رومن اور ڈرینگ رومن تھا۔ نفلیت کے لیے
یہاں استور کو بھی ضروری نہ سمجھا گیا اسے اور ولے
پورش میں موجود ہے یہاں جو حکوم کے سب سے اور
والی چھست تک جاتی تھیں، ان کے نیچے جگہ ملی۔ وہیں
بھی وہ صرف رات کو جلا تھی، کیونکہ لبندی کا کہنا تھا، اور ازرا
سے کام کے لیے وہ گلابچاڑی چھاڑ کے چلانیں لکھی اس
لیے وہیں سکوٹ نیچے رہا کر کے

لبندی کی جگہ اب بھی جاری تھی۔ بلال کا کاروبار
بھی خوب ترقی کر رہا تھا۔ خوشحالی نے رہن سنن پر
 واضح اثر ڈالا تھا۔ وہ کھا جائے تو نفلیت پر پہلے کی
نسبت گمراہی کا بوجھ کر تھا۔ اس گمراہی کی تجزیہ کی
لازم تھے، صفائی کے لیے الگ مایی آتی۔ پہلے
دھونے کے لیے الگ اسٹری کے لیے پڑھے لاءِ عذری
جلاتے، ایک کل و قتی لڑکا چھوٹے موٹے کام اور سووا
سلف لانے کے لیے رکھا تھا اس کے علاوہ گیٹ سہہ
وقت موجود چوکیدار۔ نفلیت کے ذمے صرف بھن
تھک اور وہ گرمانہ میں کی تکرانی۔

لبندی اس طرف سے مطمئن رہتی۔ اس کے باوجود
حکمن تھی کہ نفلیت کی رگ رگ میں اتر جاتی
تھی۔ شاید یہ بڑھتی عمر کا تقاضا تھا۔ بھی بھی میوسوں اور
پچھے آجائے تو نفلیت پرانے دنوں کی عکس پرے اور
اپنے اندر اتارنے لگتی تھی رازی کے لیے اب بھی اتنی
بھی دیوانی تھی۔ البتہ اس کے روئیے میں ایک ٹھنچاو
ساتھ لے جئے نفلیت نے محosoں تک کرنے کی
ضرورت گوارانہ کی۔ شاید یہ دوری کا نتیجہ تھا یا رازی
اب بڑا ہو گیا تھا۔ جوانی کی سرحدیں کو چھوٹا رازی
ممکن ہے اب اپنی تائی سے لاذ اٹھوں نے اور پیار کا
منظرا ہو کرنے میں بھگ کر محسوس کر رہا۔

نفلیت اب بھی اسے سامنے با کے اپنی بے میال
اور بے ساختہ خوشی کو چھاٹیں پاتی تھی۔ اس کا تند
نکتہ دیکھ کر اسے اتنی بھی سرست ہوتی جھنپسی کی مل کو

ای نے کی۔ دوسروں کی ذلت سے فائدہ اٹھانے کا گز بھی آتا چاہیے۔ جو چالیجی جی کو بخوبی آتا ہے تم نے دیکھا نہیں، فضیلت تالی کو اپنے گھر میں رکھ کر کوہ تتنے فائدے میں رہیں۔ خود سارا دن جلب اور دیگر معصومیات میں پیسہ بناتی رہیں۔ گھردار نئے کی ذمہ داری مکمل طور پر تالی بھی کے سپرد کر کے ہتم بھی جاب کرتی ہو اور میں بھی یہ ہماری جدوجہد کا دادر ہے۔ اگر تالی جی اس گھر میں رہیں گی تو ہم گھرداری کے چیختن سے دور سکون اور مل جمی سے اپنا کام کیا کریں گے سوچوڑا شے آفس سے آکے تمہیں کھانا پکانے پکن میں گھستا پڑے گا، نہ آفس جلانے سے پہلے پولی نیں جو مکمل طور پر شوہر کی انحصار کرنی ہے اور اس کے فیصلوں پر سمجھا کرنے کے سوا اس کے پاس اور چارہ نہ ہو۔ اس گھر کا آدمی سے زیادہ کرایہ میں دیتی ہوں۔ یہاں کون رہے گا اور کون نہیں۔ یہ میری مرضی ہے مختصر ہے۔

”یعنی تمہرے گھانے کا سواد نہیں کیا۔“
اب ماہم ہلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔ بات شاید اس کی بھجہ میں آئی تھی۔ اور شاید فضیلت کی سمجھتے میں بھی۔ اچانک وہ دونوں ایک گھنگ دار آواز سے چوکے ہے۔
”یہ کسی آواز تھی؟“
”شاید کچھ نوٹا ہے۔“ وہ دونوں گھرے کا دروازہ کھول کر باہر نظر کا نجکے گلاسوں کی کرچیں بکھری تھیں۔ بلوام کے خوشبودار دوڑھ کی دھاریں بہہ رہی ہیں اور دیوار سے لگنے فضیلت کے بے جلن دھوکی ساکت نہیں رازی کے چہرے پر سوالیہ انداز میں گزی تھیں۔



غمیرے گھر کو ایکساں کی سخت ضرورت ہے۔“
اس کے یہ الفاظ فضیلت کے مرہ تن میں رفع پوچک ہے۔ اس نے لبپنی اور میمونہ کے حیرت زدہ چہرے دیکھے تھے، اس کا بھتنا کروہیاں سے اٹھ جانا محسوس کیا۔ وہ تو رازی کا ماتھا چومنا تک بھول گئی۔ اس نثار ہو جانے والی نظروں سے لکڑ گھر اس کا چھوڑ دیتی رہی۔

* * *

”انتا برافائلہ آپ نے مجھے سے مشورہ کیے بغیر کیسے کر لیا۔ یہ صرف آپ کا نہیں میرا بھی گھر ہے۔ میں وہ ناشتہ تیار کرنے کی جلدی نہ دھولی سے کپڑوں کا حلہ کتاب نہ ملازماہ کی تیخواہ کا منسلہ۔ کل ہم دو سے شین ہو جائیں گے تالی جی مجھے اولاد کی طرح چاہتی ہیں۔ میرے پنج کو ہیلی۔ رکھ کے پالیں گی۔“
”تم اس جانب سے بھی بے لکڑ رہو گی۔“

رازی کی آواز فضیلت کا دل بیٹھ گیا۔ وہ تو اس نے نہ کرنے کی پہلی پہلی رات بڑی خوشی سے بلوام والا گرم دوڈھ لے کر ان دونوں کو دینے آئی تھی۔ گھر کرے سے آتی بجٹ نے اسے دہیں رکنے پر مجبور کریا۔ اس کی لرزی ناگھوں نے اس کا بوجھ سارا نہ سے انکار کریا تو دوہیں دیواری سے نیکلا گکے بیٹھ گئی۔
”تالی جی! اپنا سلامان پیک کر لیں۔ بن آؤ میں گھنٹے تک، ہم نہ لٹھے ہیں۔“

”بات یہ نہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ مجھے انتی میں بھیر آپ نے سب کے درمیان یہ طرفہ فعلہ شایدیا۔“
”حالات ایسے تھے کہ تم سے مشورہ کرنسیا تھیں انتہوں لینے کا موقع نہ مل سکا۔ وہاں جانے سے پہلے مجھے اندازہ نہ تھا کہ موضوع بحث کیا ہو گا۔“
اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا، تمہیں بھی سکون سے ٹھنڈے ہائے سوچنے کی ضرورت ہے، تمہیرے یہ نصیلے کی رار پوپی۔“ غلطی مہتبہ براو جو میری دیا کمال نے بھی کو نظروں ہی نظروں میں سنیہ بھی۔ ضرورت نہ ہو۔

کی گھر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔
”لتنی بار اپنی مجبوری بیان کروں۔“ بُنی کی تواز بھی تیز ہو گئی۔

”محفل سے آتی! اس طرح آپس میں بحث کرنے سے اس کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔“ ماہم کا رویہ، بیش ساتھ لے جایا جا سکتا تھا۔ اس کی دیواری سے نرم رہا تھا اور کمل پر مسلسل کئی روز سے واڑا وال رہی تھی کہ وہ فضیلت کو اپنے ساتھ ساتھ لے جائیں مگر گزرتے وقت نے میمونہ کو اور بھی کھور سخت مزانج چیز اور آومہیزار کر دیا تھا۔

اکتوبر میں رازی کی شادی اتنے اربانوں کے ساتھ کرنے کے بعد اس نے بھی اور سو کو جندہ بھی ساتھ رکھنا گوارا نہ کیا۔ اس کی خواہش تھی کہ لیکھار بہونو کری چھوڑ کر گھرداری کرے جو نہ ماہم کو گوارا تھا۔ نہ رازی کو۔ گورنمنٹ جاب اتنی آسانی سے کون چھوڑتا ہے۔ دسری طرف میمونہ اپنی بیٹھوں کو میں، سنبھل کوحد سے زیادہ خرچی اور آرم طلب بنا چکی تھی، حدیقہ کی شادی تو اس نے رازی کے ساتھ ہی کر دی تھی، اس کے باوجود وہ بفتے کے۔ تین چاروں دن میکے میں ہی گزار اکتنی دہ بھی بعدہ شوہر نبی نوٹی دیمن نے نوکری چھوڑ کر نندوں کی سیوا کرنے سے صاف انکار کر دیا تو میمونہ نے بھی بیٹھے کو گھر چھوڑنے کا حکم سنایا۔ انہوں نے الگ گھر کرائے پر لے لیا وہ عورت جو اکتوبر اولاد نرینہ کو مختن اس معتمد اخلاف پر گھر سے الگ کرنے کی ہمت رکھتی ہو، اس کا گرف اتنا کمال ہو سکتا تھا کہ وہ فضیلت کو اپنے گھر اور راجدھانی میں پرواشت کر دی، جس کے لیے اس کے دل میں بھی بھی نرم گوشہ نہیں رہا۔“

”آخر اس مسئلے کا کوئی تحلیل ہو گک“ بالا نے آتا کرو چھا۔
”مسئلہ آپ کا ہے۔ حل بھی آپ لوگ تلاشیں۔“ حدیقہ نے تکش کر کردا۔ شادی کے بعد وہ زیادہ بھی پھٹ ہو گئی تھی۔ اس لیے چاکو صاف سنا۔ دیا کمال نے بھی کو نظروں ہی نظروں میں سنیہ بھی۔ ضرورت نہ ہو۔